لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

اللہ کی عبدیت اور بندگی

لوگوں نے اللہ کی عبدیت اور بندگی کو انسانوں کی غلامی اور نوکری سے بھی کم درجہ دے رکھا ہے، غلاموں اور نوکروں کا عام حال یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمہ وقت اپنے آقا کے کام میں لگا رہنا ہی اپنا منصب سمجھتے ہیں اور اس کے بیچ میں دوڑتے بھاگتے جو کچھ ہاتھ لگ جاتا ہے کھا پی بھی لیتے ہیں، لیکن اللہ پاک کے ساتھ اب بندوں کا یہ معاملہ رہ گیا ہے کہ مستقل طور سے تو وہ اپنے اور بالکل اپنے کاموں اور اپنے مرغوبات و لذائذ میں اپنے ہی لیے لگے رہتے ہیں اور کبھی کبھی کچھ وقت اپنے ان ذاتی مشاغل و مرغوبات سے نکال کر خدا کا کوئی کام بھی کر لیتے ہیں، مثلاً نماز پڑھ لیتے ہیں یا خیر کے کاموں میں چندہ دے دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس خدا اور دین کا مطالبہ ہم سے ادا ہو گیا، حالانکہ حق بندگی یہ ہے کہ اصالۃً اور مستقلاً تو دین کا کام اور اپنا کھانا پینا اور اس کے لیے سامان کرنا ہو صرف ضمناً اور تبعاً (اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سب لوگ اپنے اپنے ذرائع معاش اور کاروبار چھوڑ دیں، نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہو اس کی بندگی کے تحت ہو اور اس کے دین کی خدمت اور نصرت سب میں ملحوظ ہو، اور اپنے کھانے پینے وغیرہ کی حیثیت صرف ضمنی ہو جس طرح ایک غلام کی اپنے آقا کے کاروبار میں ہوتی ہے۔)

حضرت شاہ مولانا محمد الیاسؒ

(ملفوظات مولانا محمد الیاس)

فی شمارہ ۵/- روپے

۱۰ نومبر ۱۹۹۳ء

مولانا محمد خالد ندوی

زندگی کی شاہراہ میں قرآنی تعلیمات کی حیثیت

کسی قوم سے علمی میدان میں کوئی امید اسی وقت قائم کی جا سکتی ہے، جب وہ زندہ ہو، متحرک ہو، اور علم کی روشنی میں رواں دواں ہو، ان تینوں قوتوں کا سرچشمہ درحقیقت قرآن پاک ہے، قرآن میں اس حقیقت کو کہیں روح اور کہیں حیات اور کہیں نور سے تعبیر کیا گیا ہے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:-

"اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ کَمَنْ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْھَا" (الانعام آیت ١٢٢)

جو شخص پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنا دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لیے ہوئے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں میں ہے ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا۔

اور کہیں یہ فرمایا گیا کہ:

"وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا" (شوریٰ آیت ٥٢)

اور اسی طرح ہم نے روح (یعنی وحی) بھیجی ہے اپنے حکم سے۔

کہیں یہ دعوت دی گئی:-

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ"

اے ایمان والو! تم اللہ و رسول کے حکم کو بجا لایا کرو جبکہ رسول تم کو زندگی بخش چیزوں کی طرف بلاتے ہوں۔ (الانفال آیت ٢٤)

کہیں یہ بشارت سنائی گئی:-

"اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ"

ان لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثبت کر دیا اور ان کو اپنی روح (یعنی اپنے فیض) سے قوت دی۔

مذکورہ قرآنی آیات کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی تعلیمات بمنزلہ حیات و روح کے ہیں، جس سے مراد اخروی اور دائمی زندگی کا ہونا تو یقینی ہے ہی، لیکن حیات دنیوی بھی اس سے خارج نہیں ہے، حضرت عروہ ابن زبیرؓ کے نزدیک حیات دنیوی کو بھی شامل ہے (روح المعانی۔ ابن کثیر)۔

لہٰذا اگر دنیاوی زندگی کی شاہراہ میں قرآنی تعلیمات کا نور نہ ہو تو زندگی تاریک ہے، اس کی رونق و تازگی باقی نہیں رہ سکتی، فروغ پانا تو دور کی بات ہے، اسباب و وسائل کی فراوانی کے باوجود الم واندوہ و غم کی ارزانی اس کے سکون کو غارت کر دے گی، اور پاکیزہ زندگی کی عطر بیزی سے مشام جاں کی محرومی اس کے لیے موت کے مترادف ہوگی، اس حقیقت کو قرآن پاک میں یوں بیان فرمایا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے:-

"مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ" (النحل آیت ٩٧)

جو کوئی نیک کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو دنیا میں بالطف زندگی دیں گے، اور آخرت میں ان کے اچھے کاموں کے عوض ان کو بدلہ دیں گے۔

محققین ائمہ تفسیر کے نزدیک "حیات طیبہ" سے مراد دنیاوی زندگی کا نور و سرور ہی مراد ہے، اس کی تازگی اور شگفتگی کا انحصار اس قناعت پر ہے جو اللہ کے بندوں کو حاصل ہوتی ہے، اور پھر وہ ہر حال میں خوش اور راضی برضا ہوتے ہیں۔

نظر جن کی رہتی ہے ان کی رضا پر
وہ لا میں بھی لطف نعم دیکھتے ہیں

مطیعان حق حرص و طمع سے آزاد ہوتے ہیں، جبکہ باغی اور نافرمان بندے اس لطف فراواں سے محروم ہوتے ہیں، اسباب و وسائل کی فراوانی کے باوجود ان کے چہروں پر کرب کے آثار دل کی کیفیات کی غمازی کرتے ہیں، ان کا حرص انھیں کہیں دم نہیں لینے دیتا، وہ برابر دولت بڑھانے کی فکر میں سرگرداں، افتاں و خیزاں نظر آتے ہیں، اور جب کوئی بات ان کے مجوزہ منصوبوں میں سد آہن بنتی ہے تو وہ لرز جاتے ہیں، اور بسا اوقات ایسے ذہنی اور اعصابی انتشار و تشنج کا شکار ہوتے ہیں کہ اپنی قیمتی جان خود ضائع کر دیتے ہیں، آج سرمایہ دار ملکوں میں یہ کثرت سے ہو رہا ہے، جہاں خودکشی کا تناسب ترقی پذیر ملکوں سے کہیں زیادہ ہے، اور حرص و طمع کی ایسی آگ لگی ہوئی ہے کہ پورا معاشرہ اس میں بھسم ہو رہا ہے، خانگی زندگی کی بساط الٹ چکی ہے،

(باقی ص ٢٧ پر)

لکھنؤ
تعمیر حیات
پندرہ روزہ
مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
جلد نمبر ٣١ | ١٠ر نومبر ١٩٩٣ء مطابق ٢٤ر جمادی الاول ١٤١٤ھ | شمارہ نمبر ١

٦٨٢٢
١٣٩٤٣
جرائد

سرپرست
مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ
مدیر مسئول
شمس الحق ندوی
مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا محمود الازہار ندوی
مولانا سلمان حسینی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبد اللہ حسنی ندوی
مولانا محمد رضوان ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید

زر تعاون ملکی
سالانہ ١٠٠ر روپے
فی شمارہ ٥ر روپے
بیرون ممالک ہوائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ٢٥ ڈالر
بیرون ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جلد ١٠ر ڈالر
خط و کتابت کا پتہ
پوسٹ بکس نمبر 93
منیجر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

لوٹ

بہ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں۔

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے گوپال آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کیلئے شائع کیا

اس شمارے میں

قرآنی تعلیمات کی حیثیت	مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری	۲
مجرم نہیں ہے کوئی، مگر ہم ضرور ہیں !!	مولانا عبداللہ عباس ندوی	۵
عصر حاضر میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کا حکیمانہ طرز دعوت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی	۶
دانشوروں کی ذمہ داری	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی	۷
آئندہ نسل کی فکر کیجئے	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی	۹
انسانیت کی تعمیر میں صحافت کا کردار	مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی	۱۱
عوام اور حاکم کے درمیان رکاوٹ قائم کرنے پر باز پرس	پروفیسر سید محمد اجتباء ندوی	۱۲
اسلام میں حسن سلوک کی فضیلت واہمیت	شمس الحق ندوی	۱۴
مدینے کی گلیاں ہیں کتنی نرالی (نعت)	ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی	۱۵
امام بخاری کی تعلیم گاہ کا منصوبہ اور وطن	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۶
مکتوب امریکہ	سہیل احمد خاں	۱۸
تیرے در کو چھوڑ کر جائے کہاں (نظم)	حضرت مولانا شاہ محمد احمدؒ	۱۹
سفر قادیان	مولانا محبوب الرحمن	۲۰
مغربی میڈیا اور اس کے اثرات	مولانا نذر الحفیظ ندوی	۲۲
گیارہواں اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ	نمائندہ تعمیر حیات	۲۴
مختصر عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۶
مطالعہ کی میز پر	مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری	۲۹
سوال وجواب	مولانا محمد طارق ندوی	۳۰
ندوہ کے شب و روز	محمد عبداللہ نسیم	۳۱

اداریہ

مجرم نہیں ہے کوئی، مگر ہم ضرور ہیں !!

دو دہے پہلے مصری اخبارات نے اخوانیوں کو "ارہابی" اور دینی اصلاحات نافذ کرنے کا مطالبہ کرنے والوں کو "رجعی" لکھنا شروع کیا تھا اور رفتہ رفتہ یہ الفاظ مسلمانوں کے چڑھانے، خوفزدہ کرنے بلکہ ایک طرح کی گالی دینے کے لیے استعمال ہونے لگے تھے "ارہابی" جو انگریزی کے لفظ "TERRORIST" کا ترجمہ ہے ان لوگوں کے لیے خاص تھا جو سیاسی یا عسکری تنظیم میں شریک تھے اور رجعی یا رجعت پسند بے دھڑک ہر ایسے شخص کے لیے بولا جانے لگا تھا جو اسلامی تشخص قائم رکھنے کا داعی ہوتا، عرب قومیت کے مقابلہ میں ملت اسلامیہ کا نام لینے والا رجعت پسند تھا، یہاں تک کہ اسلامی آداب زندگی، آداب معاشرت، آداب معاملات کو اسلامی آداب نہیں بلکہ رجعی آداب اور رجعیت کے مطالبے کہا جاتا تھا جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ براہ راست اسلام سے نفرت وبے زاری کا اظہار کرنے کی جرأت نہ تھی کیونکہ مغرب زدہ افراد کو چھوڑ کر باقی قوم تو مسلمان ہی تھی اور الحمدللہ اب بھی ہے، اور انشاء اللہ آئندہ بھی رہے گی، ٹیونس، الجزائر، لیبیا اور پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اور اسلام بے زاری کے جو مظاہر سامنے آرہے ہیں یہ ان مٹھی بھر حکمرانوں کے غلبہ واستحصال کا نتیجہ ہیں جو فوجی قوت کے بل بوتے پر "انا ربکم الاعلیٰ" کا نعرہ لگا رہے ہیں، جہاں تک قوم کا تعلق ہے وہ مظلوم ومقہور ہے، البتہ اس کا انکار نہیں کر سکتے کہ "اس میں کچھ شائبہ خوبیٔ تقدیر بھی ہے" جس کا تعلق خود علماء ورہنمایان ملت سے ہے ؎

گلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہل حرم سے ہے — کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی "ہری ہری"

یہ حضرات اس کو برداشت کر سکتے ہیں کہ کوئی یہودی، نصرانی یا مسلمانوں جیسا نام رکھنے والا شرابی، عیاش، ملت کا دشمن وغارت گر حکمراں بن جائے مگر اس کو قبول نہیں کر سکتے کہ کوئی ان کے "مدرسۂ فکر" یا "بارگاہ عقیدت" سے غیر وابستہ شخص یا جماعت برسراقتدار آئے، خواہ وہ اسلام کی سربلندی کے لیے کوشاں ہو، کتاب وسنت کی تعلیمات کی طرف بلانے والی اور اس کی داعی ہو۔

پھر بھی صورتحال کے بگڑنے کی پوری ذمہ داری ان بے چاروں پر نہیں ہے کیونکہ ان کی فکر اور رسائی سے بلند مقام پر وہ شاطر بیٹھے ہیں جو ہر مورچہ پر اسلام کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں، وقت کی تمام طاقتیں اسلام کے خلاف متفق ہیں، اب دہشت گرد کا لفظ صرف عسکری یا سیاسی تنظیم کی داعی جماعت یا فرد کے لیے خاص نہیں رہا بلکہ اب وہ ہر شخص "ارہابی" یا دہشت گرد ہے جو ظلم کو ظلم کہنے کی جرأت رکھتا ہو اور رجعت پسند یا رجعی صرف وہ فرد یا جماعت نہیں ہے جو اسلامی تشخص زندہ رکھنے کے لیے جدوجہد کا نام لے بلکہ وہ بھی ہے جو عام پبلک مقامات (جیسے پارک، اسٹیشن، ائرپورٹ وغیرہ) پر نمازیں ادا کرتے ہوئے دیکھ لیا جائے اور تعجب نہیں کہ چند دنوں بعد رجعت پسندی کی اصطلاح بھی دہشت گرد کے لقب میں ضم ہو جائے، آثار کچھ اس طرح کے ہیں، آکسفورڈ اسلامک سینٹر کا ششماہی رسالہ میرے سامنے ہے اس میں ایک مقالہ امام حسن البنا شہید پر ہے، اس کے تحت نوٹ میں ان کتابوں اور مقالات کے حوالے بھی جو یورپ وامریکہ میں دو سال کے اندر شائع ہوئے ہیں اور جن کا موضوع "مسلم دہشت گرد" اسلامی دہشت گردی ہے، ایک کتاب کا ٹائٹل ہے مصر میں جب تک اسلامیت کا عنصر ہے کیا وہاں امن قائم ہو سکتا ہے؟ ایک مقالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر سینٹرل ایشیا میں سوویت یونین کے چنگل سے نکلنے والے ممالک میں اسلام کی طرف بازگشت کا امکان ابھرنے لگا تو کمیونزم کو دوبارہ زندہ کرنا" انسانیت کے حق میں" زیادہ مفید ہوگا۔

مسلم مشرقی ممالک میں جو نعرے دیئے جا رہے ہیں اور اصولیت (بنیاد پرستی) سے برأت وذم کے جو اعلانات پے بہ پے سامنے آرہے ہیں اس کا اصل مرجع ملکی حالات نہیں، بین الاقوامی سازش ہے، "مکروا" کا اعادہ معاندین کی طرف سے ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ "ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین" کی سنت اللہ سے ہم مایوس نہیں ہیں۔

عصر حاضر میں

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا حکیمانہ طرز دعوت زیادہ کامیاب ہو سکتا ہے

"حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کے سفر امریکہ کے موقع پر جناب سہیل احمد صاحب مقیم حال امریکہ نے ۲۵ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مقام شکاگو، امریکہ کی ایک مجلس میں حضرت مولانا مدظلہ سے کچھ سوالات کئے تھے جنکا جواب بہت چشم کشا ہے، لہذا مجلس کی یہ گفتگو ہدیہ ناظرین ہے۔"

شام کی چائے کے بعد مولانا علی میاں کی محفل میں حاضری رہی، دیگر حاضرین مجلس میں ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن خلیفۂ مجاز شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ، ڈاکٹر سلمان ندوی بن سید سلیمان ندویؒ ساؤتھ افریقہ سے، اور ڈاکٹر مزمل صدیقی کیلیفورنیا سے، موجود تھے، مسلمانوں کی اجتماعی صورتحال پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ آج یہود ونصاریٰ اپنی تمام تر مذہبی دوری واختلافات کے باوجود مسلمانوں کے خلاف ایک جگہ جمع ہیں اور عیسائیوں کے وسائل اور یہود کا دماغ اسی کام پر مامور ہے کہ کس طرح مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی سے اسلامی اقدار کو نکالا جائے، چنانچہ ہر مسلمان کو اس خطرے سے آگاہ رہتے ہوئے اپنے احتساب کی ضرورت ہے کہ کہیں وہ نہ چاہتے ہوئے بھی یہود ونصاریٰ کی اس سازش کا شکار تو نہیں ہو رہا۔

اسی سوال کے جواب میں کہ دنیائے اسلام میں اسلامی نظام کیسے قائم ونافذ ہو سکتا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ دو طریقے ہو سکتے ہیں، ایک تو یہ کہ دین وایمان والوں کو کرسی تک پہنچایا جائے یا پھر دین وایمان کو کرسی والوں تک پہنچایا جائے، پہلے طریقۂ کار میں خدشہ اس بات کا ہے کہ کرسی والے کرسی چھوڑنے پر کرسی توڑنے کو ترجیح دیں، اور معاملات احسن کی بجائے اور ابتر ہو جائیں، دوسرا طریقہ مدت طلب ضرور ہے لیکن پائیدار ہے اور شاید اس کے بغیر چارۂ کار بھی نہ ہو، حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحریک تجدید سے بھی اسی طریقۂ کار کا عندیہ ملتا ہے کہ کرسی، کرسی والوں کو ہی مبارک ہو، دین دار تو اس کی اصلاح چاہتے ہیں نہ کہ کرسی، مولانا نے فرمایا کہ ہر دور کا ایک بڑا چیلنج رہا ہے اور بزرگان دین نے ایسے چیلنجوں کا مقابلہ ہمت وحکمت سے کیا ہے آج کے دور کے دنیائے اسلام میں سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ امت مسلمہ کے نوجوان تعلیم یافتہ طبقے ونسل کا دین اسلام پر بحیثیت ایک زندہ وکامل دین کے اعتماد بحال کیا جائے، یہ اسی اعتماد کا متزلزل ہونا ہی ہے کہ آج دنیائے اسلام میں ہی اسلام کی عملی حیثیت سے متعلق نظریاتی تصادم موجود ہے، یہ اسی اعتماد کے متزلزل ہونے کا نتیجہ ہی ہے کہ جدید تعلیمی نظام سے فارغ شدہ طبقہ دین اسلام کو چودہ سو سال پرانا ایک مذہب تصور کرتے ہوئے اسے انفرادی یا اجتماعی زندگی میں کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں اور کہیں تو یہ طبقہ کاروبار زندگی کے نظام کو چلانے والے کی حیثیت سے بنفس نفیس اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کام میں مصروف ہے، چنانچہ کرنے کا بہت اہم کام یہ ہے کہ اس طبقہ تک رسائی حاصل کی جائے اور اس کے علمی معیار کے مطابق اس کا اعتماد اسلام پر بحیثیت ایک زندہ ومکمل ضابطۂ حیات کے بحال کیا جائے، مولانا نے فرمایا کہ اس مقصد کے حصول کے لیے مسلمان بچوں کے تعلیمی نصاب ونظام کی تطہیر کی جائے اور اس میں اسلامی تعلیمات واقدار ودینی تربیت اس طرح شامل کی جائے کہ آج کا مسلمان نوجوان علوم جدیدہ کے حصول کے ساتھ ساتھ اسلام کا ایک مخلص ودیانتدار سفیر وسپاہی بھی بن جائے، اس اہم کام کی طرف سے اسلامی تحریکوں اور مخلص کارکنوں نے اب تک صرف نظر کیا ہے، اس کام کے نتیجے میں ایسی تعلیم یافتہ مسلمان نسل وجود میں آئے گی جو دینی تعلیم وتربیت وحمیت سے آراستہ ہو اور پھر یہ نسل اسلام کو اپنی انفرادی واجتماعی زندگیوں میں مکمل طور پر نافذ کرنے کی کوشاں ہو۔

مغربی تہذیب نے انسانیت کی جو اخلاقی وروحانی ومعاشرتی پامالی اقدار کی ہے وہ اس کی مکمل ناکامی کا ثبوت ہے آج کے مسلمان نوجوانوں کی بالخصوص یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی مکمل زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں اپنی روحانی واخلاقی تربیت اس نہج پر کریں کہ ان سے ملنے والے انکے طرز زندگی واعمال واخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں

اسی شام کو بعد از نماز مغرب ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نے یورپ وامریکہ میں مقیم مسلمان نوجوانوں کے لیے بالخصوص اپنے پیغام میں فرمایا کہ آج مغرب اپنی بے پناہ مادی ترقی لوگوں کے

بقیہ صفحہ ۱۰

دانشوروں کی ذمہ داری

مولانا واضح رشید ندوی، ایڈیٹر الرائد ندوۃ العلماء

ترجمہ: مقبول احمد ندوی، گورکھپوری

مغربی سامراج کے عہد میں مغرب سے ثقافتی اور فکری سطح پر تاثر کے نتیجے میں بعض مسلم اہل قلم نے مشرق کے سلسلے میں ناقدانہ موقف اختیار کیا، اور مغرب کے سلسلے میں کامل تقلید کا، انھوں نے ہر مغربی فکر کو سراہا اور ہر مشرقی چیز کی مذمت کی، ادیبوں، ناول نگاروں قصہ نویسوں اور افسانہ پردازوں نے اپنے معاشرہ کی نہایت گھناؤنی شکل پیش کی، سوسائٹی میں جتنی بھی برائیاں تھیں انھیں ایک ایک کرکے چن لیا اور اسے اپنی ادبی تخلیقات میں نہایت وسیع پیمانہ پر اور خوب بڑھا چڑھا کر پیش کیا، مشرقی معاشرہ کی یہ تصویر اتنی تاریک تھی کہ خود مشرقی ذہنوں میں اس سے نفرت پیدا ہوئی، اہل قلم نے اپنے اس رویہ کی یہ تاویل پیش کی کہ اس طرح مشرقی معاشرے کی برائیوں اور کمزوریوں کو نمایاں کرکے اور دوسرے معاشرہ کے محاسن اور خوبیوں کے پہلوؤں کو اجاگر کرکے مشرقی معاشرے کی برائیوں اور کمزوریوں کی اصلاح اور علاج ہو سکے گا، اس لیے کہ انسان کو جب اس کی شخصیت کو داغدار کرنیوالی چیزوں اور دوسروں کی عزت ووقار کو چار چاند لگانے والی چیزوں کا علم ہوتا ہے تو وہ دوسروں کی خوبیوں کو اختیار کرکے اپنے اخلاق وسلوک اور موقف میں بہتری لانے کی زیادہ قدرت رکھتا ہے۔

ممکن ہے کہ یہ تاویل بعض ادیبوں کے حق میں صحیح اور درست ہو اور بعض اہل قلم کے اخلاص ودیانت میں شک بھی نہیں کیا جاسکتا ہے، مگر محض کسی کے برے پہلوؤں کو پیش کرنے سے دو طرح کے رد عمل ظاہر ہوتے ہیں ایک تو غضب وغصہ، کینہ وحسد، نفرت وناشکری دوسرے احساس کمتری، احساس شکست اور ذاتی ناکامی کا شعور ـــــ مشرقی معاشرہ انفعال وتاثر کے ان دونوں قسموں سے گذرا ہے البتہ احساس کمتری کی راہ پر لے جانیوالا رد عمل ماضی میں کچھ زیادہ اثر انداز رہا ہے مشرقی ادیبوں اور قلم کاروں کی اس طرح کی تحریروں سے مغرب نے مشرقی قوموں کے دلوں پر اپنی عظمت وبرتری کا سکہ بٹھانے اور اپنے طرز زندگی کو ان پر مسلط کرنے کے سلسلے میں کافی فائدہ اٹھایا ہے۔

اور علی الاطلاق یہ الزام عائد کرنا بھی انصاف کی بات نہیں کہ اس عہد کے تمام ہی شعراء، دانشور اور اہل قلم مشرق بیزار اور مغرب کے مقلد تھے، اور اپنے وطن وقوم اور معاشرہ کے لیے مخلص نہ تھے، لیکن یہ کہنا بھی بیجانہ ہوگا کہ ان کی اکثریت نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ مرعوبیت کا موقف تھا، اوران کا یہ موقف غیر فطری عمل نہ تھا، بلکہ تہذیب وتمدن کے عروج وزوال اور فکر ونظر کے تصادم کی تاریخ کے ابتدائی مرحلے کا قدرتی نتیجہ ہے خصوصاً کمزور طبیعتوں اور مادی ذہن رکھنے والوں کے اندر یہ صلاحیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن حالات بدلنے کے ساتھ ساتھ موقف میں تبدیلی آنا بھی اصول فطرت ہے۔ ـــــ اس وقت جبکہ اصل حقیقت حال کھل کر سامنے آگئی اور جن کی نگاہیں مغرب کی چمک دمک سے خیرہ ہو رہی تھیں ان پر تمام برائیاں اور کمزوریوں کے اسباب وعوامل اور مقامات واضح ہو گئے اور اس سلسلے میں جتنی رکاوٹیں تھیں وہ بھی دور ہو گئیں، اور مختلف ملکوں کے درمیان بلکہ مشرق ومغرب کے درمیان کے فاصلے سمٹ گئے اور بکثرت لوگوں نے یورپ کا دورہ کیا، یا اس کے بارے میں پڑھا یا تہذیب یورپ کے نقش قدم پر چلنے والوں کو دیکھا اور مغربی تہذیب کی حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہو گئے۔

آج جو شخص بھی مغرب کے کسی ملک کا دورہ کرتا ہے اسے وہاں بعض خوبیوں کے ساتھ ساتھ برائیاں بھی نظر آتی ہیں اور خوبیوں میں زوال بھی نظر آتا ہے، حتی کہ نظافت ونفاست اور صفائی وستھرائی، امانت وایمانداری اور امن وآشتی جیسے امور بھی مغربی زندگی کی اب خصوصیت نہ رہے بلکہ دن بدن ان تمام میدانوں میں حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔

اور روز بروز پرانے پیمانے ٹوٹتے نظر آرہے ہیں اور قدیم سکے کھوٹے ثابت ہو رہے ہیں۔ چنانچہ غربی وجہالت، فقر وبے روزگاری، تشدد وبنیاد پرستی، رنگی عصبیت، مذہبی منافرت فرقہ وارانہ فسادات صرف مشرقی زندگی کے خصائص یا مسائل نہ رہے، بلکہ ان مسائل اور مشکلات نے پورے یورپی معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور مشرقی یورپ میں تو اسے سکۂ رائج الوقت کی حیثیت حاصل ہے۔

اس ضمن میں کچھ ایسی خرابیاں اور بیماریاں بھی ہیں جن میں یورپ کو قیادت عظمیٰ کا شرف حاصل رہا ہے، مثلاً انسانی ناموس کی پامالی، انسانوں کی زبوں حالی کا استغلال، نسلی امتیاز، طبقاتی ناہمواری وتفاوت، انسانی حقوق سے انحراف، زبان وکلچر تہذیب وثقافت فکر وخیال میں سخت گیر رویہ، حقائق کا الٹ پھیر اور موقع پرستی ونفع اندوزی کی خاطر حادثات کی مصنوعی صورتحال پیدا کرنا نیز مقاصد اور اغراض کے حصول کے لیے ناجائز وسائل وذرائع کا استعمال وغیرہ۔

رہ گئیں اخلاقی برائیاں اور خرابیاں تو یورپ اس میدان میں پہلے سے ہی پسماندہ تھا اس نے پہلا وار اخلاق ہی پر کیا اسے عقلیت اور حقیقت پسندی کا بڑا دعویٰ تھا، عقلیت پسندی آج یورپ والوں کے لیے وبال جان بن چکی ہے، کبھی تو اس سے عاجز ہوکر لامعقولیت کا چولا پہن لیتے ہیں اور یہ طریقہ بھی پوری زندگی میں ایک مذہب ومسلک کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور عقلاء، اپنے وقت کا ایک معتدبہ حصہ لامعقولیت اور لاابالی پن میں گذارنے لگے ہیں۔

یورپ کی وہ اجتماعی وانفرادی زندگی جس میں مغرب کا انسان اقدار وروایات اور معقولیت واقعیت سے بالکل کٹ چکا ہے، یورپ کے سیاسی رجحانات ومیلانات کا جس نے بھی مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یورپ اس وقت لامعقولیت کی طرف بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے یورپ کی سیاست کی بنیادیں تحفظ مصالح اور مفادات کے تصورات پر استوار ہوتی تھیں لیکن مغرب کی موجودہ سیاست ان بنیادوں پر بھی الگ ہو چکی ہے، اب وہ انتشار و بدنظمی، لاقانونیت وانارکی کا شکار ہے، یورپ کی بیشتر حکومتیں گومگو اور شک وتردد، قوت ارادی کی کمزوری، غیر یقینی صورتحال کی کیفیت سے دوچار ہیں تمام معاملات ان کے قابو سے باہر ہوتے جا رہے ہیں، ہر طرف یاس وناامیدی کی مہیب تاریکی ہے روشنی، صبح امید، صحیح لائحہ عمل اور حالات کا صحیح رُخ نگاہوں سے اوجھل ہے۔ چنانچہ انھیں نامساعد حالات کے تحت، بہت سی تنظیموں، اداروں اور ایجنسیوں نے اپنی تاثیر وقوت اور موضوعیت ومعنویت کھو دیا ہے۔ اس بچک دار اور خود فراموشی کی زندہ مثال اقوام متحدہ ہے جو کسی زمانے میں اتنی نکمی، غیر مؤثر بے وزن، بے قیمت اور قراردادوں وتجاویز کے پاس کرانے سے عاجز نہ رہی جتنی کہ موجودہ زمانے میں بعض طاقتوں سے بندھ جانے کے بعد ہے۔

کسی کی تابعداری میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی یہ کوئی ناقابل معافی جرم ہے۔ لیکن سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی نہایت کمزور شخص کی تابعداری کرے۔ اقوام متحدہ آجکل ان کمزوروں کے تابع ہے جو قراردادوں اور تجاویز کو پاس کرانے یا پیش کرنے نشان راہ معلوم کرنے۔ یا اصل حقائق کو سامنے لانے کی بھی طاقت نہیں رکھتے چنانچہ آج اقوام متحدہ کی حالت ایک مجلس یا ادبی کلب یا اسٹیج سے بھی بدتر ہے۔

انسانوں کی طرح قومیں بھی کمزور وطاقتور، طاقتور وکمزور ہوتی ہیں تاریخ کا یہ غیر متبدل اصول ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں بہت سی سلطنتیں، اور امپائرس وجود میں آئے، مگر ان کا نام ونشان بھی مٹ گیا۔ کسی زمانے میں ترکی کو آقائے عالم کی حیثیت حاصل تھی پھر ایک دور ایسا بھی آیا جب اہل یورپ نے ترکی کو یورپ کے مرد بیمار سے تعبیر کیا، دیگر قومیں ان پر ہر طرف سے کتوں کی طرح ٹوٹ پڑیں، ترکی کبھی دیگر قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کیا کرتا تھا لیکن اس کے بعد اس سے کمزور قومیں اس کی قسمت کا فیصلہ کرنے لگیں۔ ترکی کے زوال کے بعد روس ایک بڑی طاقت بن کر ابھرا، اس کا زوال بھی سب نے دیکھ لیا۔ کتنوں کے عقیدے خراب ہوئے، اور کتنے الحاد کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے، اس خصوص میں برطانیہ کا زوال بھی ایک زندہ حقیقت ہے، جرمنی، جاپان، اور دیگر ملکوں کا انجام بھی کچھ اس سے زیادہ مختلف نہیں ہے، لیکن بعض یورپی حکومتیں ابھی بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے گریز کرتی ہیں۔ ان کا اس بات پر شدید اصرار ہے کہ وہ جس حال پر ماضی میں تھیں اسی حال پر برقرار ہیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ طاقتور ہیں، اگرچہ وہ کمزور ہوں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بڑی ہیں اگرچہ وہ چھوٹی ہوں کہا جاتا ہے کہ وہ خوشحال ہیں اگرچہ وہ پسماندہ ہوں۔

دنیا میں رونما ہونے والے حوادث پر جس کی نظر ہے خصوصاً بوسنیا ہرزے گوڈینا، صومالیہ سوویت یونین کی سابق جمہوریاؤں، سابق یوگوسلاویہ اور دیگر جگہوں پر جہاں خونریز تصادم، المناک حوادث سخت حالات درپیش ہیں، اور انسانی خون کی نہریں رواں ہیں، اور جائداد، براپرٹیاں تباہ کی جا رہی ہیں مسائل اور مشکلات دن بدن پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں ان تمام حالات پر جس کی نظر ہے وہ اپنے اس احساس کو کبھی نہیں چھپا سکتا کہ دنیا کسی ایسی طاقت کے نہ ہونے کی وجہ سے جو توازن کو برقرار رکھتی، بڑی تیزی سے انارکی۔ بدنظمی کی طرف بڑھ رہی ہے۔

آج دنیا میں کوئی طاقتور ہے نہ کوئی بڑا امریکہ کا گمان ہے کہ وہ آقائے عالم ہے۔ دنیا کا واحد سپر پاور، اور یہ کہ دنیا کا نیا عالمی نظام صرف وہی قائم کرسکتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کی عالمی بالادستی اور بین اقوامی کنٹرول وجود میں آنے سے پیشتر ہی سے زمیں بوس ہو گیا اور پوری دنیا کو یہ معلوم ہو گیا کہ امریکہ اپنے تین چار فوجیوں کا بھی خسارہ برداشت نہیں کرسکتا، اور نہ ہی وہ کسی علاقائی جنگ کے اخراجات یا اس کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کی اہلیت رکھتا ہے

(باقی ص۲۸ پر)

آئندہ نسل کی فکر کیجئے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

١٦ ر اکتوبر ١٩٩٣ء کو ندوہ کی شاخ مدرسہ جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڈھ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کی تقریر، مولانا مدظلہ کی یہ تقریر شہر دور دیہات کے علاقہ قریب دس ہزار کے مجمع میں ہوئی، جلسہ میں قرب و جوار کے علماء مدرسہ کے ناظم مولانا تقی الدین صاحب، استاذ حدیث جامعۃ العین ابوظبی بھی موجود تھے، مولانا قاری محمد صدیق صاحب اور مولانا عبدالحلیم صاحب نے بھی جلسہ کو رونق بخشی تھی، تلخیص کے ساتھ تقریر ہدیہ ناظرین ہے:-

محمد مرشد عالم، درجہ ثانویہ خامسہ (الف) متعلم ندوہ نے تقریر قلم بند کی:

حمد وصلوٰۃ کے بعد مولانا نے یہ آیت پڑھی

"یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لایعصون اللہ ما أمرھم ویفعلون ما یؤمرون":-

" اے ایمان والو اپنے کو اور اپنے اہل وعیال، رشتہ داروں اور متعلقین کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر تند ومضبوط فرشتے متعین ہیں، وہ اللہ رب العزت کی ذرا بھی نافرمانی نہیں کرتے جو حکم ان کو دیتا ہے وہ وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے"

اس کے بعد حضرت مولانا مدظلہ نے فرمایا، اگر یہ کہا جائے کہ سننے یا کہنے والے کی طبیعت ناساز ہے یا زیادہ دیر تک سننا نہیں چاہتے ہیں تو میں یہی آیت پڑھتا:

یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم۔ إلی آخرہ

" اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو رشتہ داروں اور متعلقین کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر تند ومضبوط فرشتے متعین ہیں وہ اللہ رب العزت کی ذرا بھی نافرمانی نہیں کرتے جو حکم ان کو دیتا ہے وہ وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے"

محترم بزرگو اور عزیز بھائیو!

ہندوستان پر بجلی گر رہی ہے، بادل امنڈ رہے ہیں کہیں کہیں بارش بھی ہو رہی ہے، کھلم کھلا یہ سازش کی جا رہی ہے کہ مسلمان اپنے دین پر باقی نہ رہ سکے، ان کے درمیان اور غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق باقی نہ رہ جائے، ان کا شعار وہی ہو جو غیر مسلموں کا ہے، ان کا بیٹھنا کھانا پینا غیر مسلموں کے طریقہ پر ہو، ان کا لباس بھی غیر مسلموں جیسا لباس ہو، یہ ممکن ہے کہ کچھ دنوں تک صرف نام کے مسلمان رہیں، اس کے بعد نام بھی بدل دیا جائے۔

میرے عزیز بھائیو! تو ایسے وقت میں میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ اپنی آئندہ نسل کے بارے میں فکر کیجئے اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ آپ ان کو ایسی تعلیم دلائیے جس کے ذریعے یہ اپنے دین پر قائم رہ سکیں اور صرف ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں، زمانے کا رخ چاہے جس طرف ہو یہ اعلانیہ اعلان کریں کہ ہم تو مسلمان ہیں، ہم پیغمبر برحق محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کے پیروکار ہیں، ہم صرف ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں اگر کوئی ان کی جان کے درپے ہو جائیں تو یہ کہہ سکیں ہم جان دے سکتے ہیں لیکن اپنے دین سے ہٹنے والے نہیں ہیں۔

قابل توجہ بات:

مولانا نے فرمایا کہ میں نے بچپن میں پڑھا تھا کہ جب آدمی کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو وہ اپنے اہل وعیال کو کچھ وصیتیں کرتا ہے وہ اپنے اہل وعیال کو بلاتا ہے اور وصیت کرتا ہے کہ بیٹا آپس میں

میل جول سے رہنا، میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ ایک شخص کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور سب کو ایک ایک لکڑی دی اور حکم دیا کہ اس کو توڑو، تو سب نے لکڑیاں توڑدیں، تو پھر انہوں نے سب لکڑیوں کو ملادیا اور کہا کہ اچھا اب توڑو، تو ان میں سے کوئی توڑ نہ سکا تو انہوں نے کہا اگر اسی طرح تم لوگ آپس میں میل جول سے رہوگے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا یہ تو دنیاداروں کی وصیت ہوئی، اب ذرا اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت کو دیکھیے، خود اللہ رب العزت ان کے قول کو نقل فرماتا ہے:

" ام کنتم شهداء اذحضر
یعقوب الموت اذقال لبنیه
ماتعبدون من بعدی قالوا
نعبد الٰهك واله آبائك
ابراهیم واسماعیل واسحٰق
الٰها واحدا ونحن له
مسلمون"

یہ قرآن پاک کا خاص اسلوب ہے کہ اگر پوری طرح اس کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے، تو کہتا ہے، کیا تم اس وقت موجود تھے جس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں، بھتیجوں، پوتوں، نواسوں سے کہا یہ بتاؤ کہ تم میرے بعد عبادت کس کی کروگے؟ مجھے اس وقت تک اطمینان نہیں ہوگا، میری پشت زمین سے نہیں لگے گی، جب تک تم مجھے یہ نہیں بتاؤگے کہ تم میرے بعد عبادت کس کی کروگے، ذرا غور کیجیے! حضرت یعقوب علیہ السلام خود نبی، ان کے والد نبی، ان کے چچا نبی، ان کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی، نبی کا گھرانہ ہے ان کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ اپنے بیٹوں، بھتیجوں، پوتوں، نواسوں کو جمع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت تک اطمینان نہیں ہوگا، میری پشت زمین سے نہیں لگے گی جب تک تم مجھے یہ اطمینان نہ دلادو کہ تم میرے بعد عبادت کس کی کروگے، مجھے یہ یقین ہے کہ ان لوگوں کہا ہوگا، میرے ابا جان، چچا جان، نانا جان یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، ہم نے اس گھر میں اب تک دیکھا کیا ہے، ہم نے اس گھر میں عبادت کس کی ہوتے ہوئے دیکھا ہے لیکن اس سب کو قرآن پاک نے ذکر نہیں کیا ہے۔

ان لوگوں نے باتفاق کہا کہ ہم آپ کے معبود آپ کے والد حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ کے خدا کی عبادت کریں گے، جو اکیلا معبود ہے ہم تو اسی کے فرمانبردار ہیں.... یہ غیرت کی بات ہے، خدا کی غیرت نے یہ گوارہ نہیں کیا کہ اس کے بعد کوئی اور جملہ ہو، فوراً کہا ہم تو آپ کے معبود آپ کے والد حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ حضرت اسحٰقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے، جو اکیلا معبود ہے، ہم تو اسی کے مطیع وفرمانبردار ہیں،

میرے عزیز بھائیو! تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اپنی اولاد کو ایسی تعلیم دلائیے جس کے ذریعہ سے یہ اپنے دین کو پہچان سکیں، ان کے درمیان اور دوسری قوموں کے درمیان امتیاز باقی رہے اور اپنے دین پر کاربند ہوں ان کے اندر شریعت محمدی کا احترام ہو، یہ پیغمبر برحق محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر فخر کریں، یہ دین کے خاطر جان کی بازی لگادیں، یہ اعلانیہ کہہ سکیں ہم تو مسلمان ہیں، ہم دین حق کے پیروکار ہیں، ہم اس خدا کو ماننے والے ہیں جو "الا لہ الخلق والامر" ہے، خالق بھی وہی ہے اور منتظم بھی وہی، وہ وحدہٗ لاشریک ہے، ہم اسی کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں، ہم اسی سے اپنی ضروریات کا مطالبہ کرتے ہیں وہی ہمارا خالق ومالک اور منتظم ہے،

اس کے بعد حضرت مولانا نے اردو زبان کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ عربی زبان کے بعد اردو زبان میں دین وشریعت کا جتنا حصہ محفوظ ہے وہ کسی اور زبان میں نہیں، پھر اہل اعظم گڈھ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپ کے یہاں دارالمصنفین شبلی اکیڈمی جیسا ادارہ موجود ہے، اس نے دین کی بڑی اشاعت کی ہے، سیرۃ النبی جیسی کتاب یہاں سے چھپی ہے، یہ سیرۃ کی ایسی کتاب ہے جو کسی دوسری زبان میں نہیں پائی جاتی، الحمد للہ اس کا عربی میں بھی ترجمہ ہوچکا ہے اور خطبات مدراس جیسی مدلل اور واضح کتاب کسی دوسری زبان میں نہیں پائی جاتی، الحمد للہ اس کا بھی عربی میں ترجمہ ہوگیا ہے، اگر آپ نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا تو یہ آپ کی محرومی ہے، اور باعث خسارہ ہے،

اخیر میں حضرت مولانا نے جامعہ اسلامیہ کی ترقی کو دیکھ کر دلی خوشی کا اظہار فرمایا اور مزید ترقی کے لیے دعا فرمائی۔

بقیہ حضرت مجدد الف ثانی.....

سامنے پیش کرتا ہے لیکن اس مغربی تہذیب نے انسانیت کی جو اخلاقی وروحانی ومعاشرتی پامالی اقدار کی ہے وہ اس کی مکمل ناکامی کا ثبوت ہے، آج کے مسلمان نوجوانوں کی بالخصوص یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی مکمل زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں، اپنی روحانی واخلاقی تربیت اس نہج پر کریں کہ ان سے ملنے والے ان کی طرز زندگی واعمال واخلاق سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں، یہ نقطہ ان کے لیے اسلام کی ایک پرزور دعوت ہوگا، مولانا نے فرمایا کہ مسلمان نہ صرف اپنی زندگی کو اللہ والی زندگی بنانے کے مکلف ہیں بلکہ اسی زندگی سے وہ دوسروں تک دین پہنچانے کا فریضہ بھی ادا کرسکتے ہیں، بزرگان دین اسلام کی زندگیاں ودعوت دین اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں،

اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں،
آمین ثم آمین۔

انسانیت کی تعمیر میں صحافت کا کردار

تحریر: مولانا سعید الرحمٰن اعظمی الندوی، ایڈیٹر البعث الاسلامی

ترجمہ: محمد احسان تخصص دوم

آج کے دور میں صحافت عالمی پیمانہ پر دنیا میں چھائی ہوئی ہے، جس میں بہت سے اقسام والوان نظر آتے ہیں۔ ہر آدمی صحافت کی اسی قسم کو اپناتا ہے جو اس کے ذوق کے موافق اور اس کے رجحانات و خیالات کی ترجمان ہو، ادب ومعاشرت اور سیاست وعلم کی تشنگی کو اس سے دور کرتا ہے، جب کسی کے سامنے صحافت اپنا نقاب اٹھاتی ہے تو اس میں رنگوں کی شوخی، ہیجان انگیز تصاویر، حالات وواقعات کی خوبصورت فنکاری اور خوشنما طباعت کے ساتھ خبریں رقص کرتی نظر آتی ہیں، صفحۂ قرطاس جاذب نظر اور چمک دار نیز انداز بیان سہل، اور آسان ہوتا ہے، اسی وجہ سے وہ لوگوں میں دُرِّ نایاب کی حیثیت حاصل کرتی ہے، شائقین اس کے اسلوب کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس طرح کی صحافت سے لطف اندوز ہونے کی امنگ ان کو ہر قیمت پر اس کے اپنانے پر مجبور کرتی ہے اور وہ بے صبری سے اس کے منظر عام پر آنے کے منتظر رہتے ہیں۔

رہی بامقصد صحافت جس سے انسان ہر جگہ تشنہ لب ہے وہ اس معیار کی حامل نہیں، نہ اس میں وہ رنگینی ہے نہ خوبصورتی، اور رنگین تصاویر اور نہ وہ شیفتگی اور جمال ہے جس کے لئے وہ قارئین کو بے حقیقت مناظر میں مشغول کرتی ہے، اور نہ ان کے ذہن وفکر کو ملوث کرکے ظاہری رنگ وروغن پر ان کی تمام تر توجہ مرکوز کردیتی ہے اور ان کی صلاحیتوں کو ایسے گوشوں میں ضائع کرنا اس کا مقصد ہے جن کا اصل مسئلہ سے کوئی تعلق نہ ہو۔

یہ بامقصد صحافت "کلمہ" اور "قلم" کی امانت سے صرف نظر نہیں کرتی جن کا انسان سازی، سیرت کاری اور مستقبل کی تعمیر میں ایک ناقابل فراموش رول ہے، اس کردار سے آج کی صحافت بے بہرہ ہے، بلکہ تجارتی رجحان اس پر تمام رجحانات سے زیادہ نمایاں ہے، آج دنیا کے بڑے بڑے تجارتی گروپ صحافت کو اپناتے اور تجارت وسیاست کے بے حقیقت مقاصد کے لئے قلموں کو خریدتے ہیں، آج جتنے روزناموں، ہفتہ وار رسائل اور ماہانہ مجلات کو عالمی شہرت، اعلیٰ معیار، اور بڑی توجہ حاصل ہے وہ سب کمپنیوں، تجارتی فرموں یا تاجروں کی زیر ملکیت ہیں۔ وہ ان کی زبان ہیں اور زندگی کے تمام مراحل میں ان کے نقطہائے نظر اور سیاست کی ترجمانی کرتے ہیں، اس سے ان کو بڑے بڑے مادی منافع حاصل ہوتے ہیں، اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے کوئی صاحب ثروت تاجر اپنے مال کا ایک بڑا حصہ کپڑے یا اشیاء خوردنی کی تجارت میں لگادے۔ آج ہماری نظروں کے سامنے اخبارات اور میگزینوں کی سودا بازی ہوتی ہے اور وہ اپنے مقاصد میں خریداروں کے اشاروں کے پابند ہیں، کچھ میگزینس اور جرائد ایسے ہیں جن کے خریداروں کا رجحان اگر بدل گیا تو وہ بھی ان کے مقاصد کی ترجمانی کے لئے جھک جاتے ہیں۔

ہر آدمی جانتا ہے کہ بامقصد صحافت بے توجہی اور زبوں حالی کے ان حالات سے دوچار ہے اور سخت مشقت کے زیر سایہ دم لے رہی ہے جو ہر وقت اس کے وجود کو نشانہ بنائے ہوئے ہے، یہ سب نتیجہ اس کا ہے کہ آج عام طور پر طبیعتوں کا رجحان صحافتِ حقیقی کے بجائے تجارتی انداز کی صحافت کی طرف ہوگیا ہے، بالفاظ دیگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ صحافت مزاج پرستی اور تفریح طبع کا سامان بن گئی ہے، جس میں قارئین کو کہانی، سنسنی خیز حالات وجرائم کی دلچسپ داستانیں، سحر انگیز اسلوب، دلفریب پیرایۂ زبان وبیان، اور رنگین مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس صحافت کو صرف متاعِ حیات اور مال تجارت کے فروغ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس صورت حال پر توجہ مرکوز کریں اور اس بگاڑ کی اصلاح کی کوشش کریں جو بامقصد صحافت کے حلقوں میں بھی دراندار ہوتا جارہا ہے اور اس کا ایسا بہترین بدل پیش کریں کہ جو بگڑے ہوئے ذوق کو صحیح سمت عطا کرسکے اور ہمیں اصل مزاج کی طرف دوبارہ واپس لاسکے۔

یہ معمولی سی صحافت جس کو ہم اپنی پوری کوششوں کے ساتھ اس عالم میں پیش کر رہے ہیں جس میں طرح طرح کے افکار ونظریات اور بہت سے متناقض رجحانات پائے جاتے ہیں، گرچہ ایک بڑے خلا کو پر تو نہیں کرسکتی لیکن اپنے وسائل کی قلت اور کارگذاروں کے دائرہ کی تنگی کے باوجود ذمہ داروں کے اخلاص اور "کلمہ" کی امانت کے ایفاء کی راہوں میں مخلص قربانیوں سے محروم نہیں ہے۔ جبکہ ہماری یہ بامقصد صحافت بھی زمانہ کی ترقیوں کے ساتھ کاندھے سے کاندھا ملاکر چل رہی ہے۔ ہم خدا تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ وہ اللہ کو تقویت عطا فرمائیں، عروج مقدر فرمائیں۔ اس کے ذمہ داروں کو اس کے عمل میں سنجیدگی کے ساتھ اور صحافتی ذمہ داریوں کے احساس کے ساتھ مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور بامقصد واصول پسند صحافت کے ایک تابناک منارہ کی حیثیت سے دنیا میں اپنا مقام پیدا کرے۔

(باقی ۲۳ پر)

عوام اور حاکم کے درمیان رکاوٹ قائم کرنے پر باز پرس

پروفیسر سید محمد اجتباء ندوی صدر شعبہ عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ہے، آپ نے بہت ہی غور وفکر اور جانچ پڑتال کرکے صحابہ کرام میں سے مدبر اور منتظم اور بہت زیادہ محتاط وصالح افراد کو حکومت کے کارکن، افسر اور گورنر منتخب فرمائے ہیں، اور اس کے بعد بھی انسپکشن اور نگرانی کے لیے ایک بورڈ کی تشکیل دی ہے جس کی سربراہی جلیل القدر صحابی حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی ہے جو باریک بینی، بصیرت، حق گوئی وحق پرستی اور سربراہ خلافت کے حکم کو بعینہ بجاآوری میں امتیازی شان رکھتے ہیں، امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حقیقت بیں نگاہ سے گورنروں حاکموں اور اہل کاروں کی کوئی بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی، مزید برآں حضرت محمد بن مسلمہ اپنے کاموں میں انتہائی مستعد اور چوکس رہتے ہیں، تقویٰ، احتیاط، اور اعلیٰ اخلاقی قدر سے ذرہ برابر کوتاہی یا حکمرانی کے سلسلہ میں معیار فاروقی سے ادنیٰ لغزش یا شبہ کی خبر امیر المومنین تک پہونچتی رہتی ہے، اور امیر المومنین فوری طور پر اس پر کارروائی کرتے ہیں۔ اس سے قبل آپ حمص کے گورنر حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ پڑھ چکے ہیں کہ ان کے خلاف شکایت سنتے ہی انھیں طلب کیا اور حقیقت حال معلوم ہوجانے کے بعد خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا ان کو اتنے عظیم اور اعلیٰ کارکردگی کے نمونے پیش کرنے والے افراد میسر آئے، اسی سلسلے میں کوفہ کے گورنر کا ایک سبق آموز قصہ ملاحظہ ہو:۔

عراق کے دو شہر کوفہ اور بصرہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے آباد کیے گئے اور اس میں زیادہ تر وہ لوگ آباد کیے گئے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے، اور ان کی تعلیم وتربیت کا مثالی انتظام پیش نظر تھا، کوفہ اور بصرہ سرحدی شہر بھی تھے، اور ابھی فتوحات اور دعوت اسلامی کا سلسلہ جاری تھا، اس لیے باحد محنت عرق ریزی اور دیدہ وری کی ضرورت تھی، وہاں کے انتظام وانصرام کے لیے فوجی وسیاسی اعتبار سے ممتاز اور دین وتقویٰ کے لحاظ سے اعلیٰ کردار کے فرد کا انتخاب کرنا تھا صحابہ کرام کی عظیم وبڑی تعداد موجود تھی، مگر فاروقی نظر کسی ایسے صحابی کی متلاشی تھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی قابل اعتماد اور پسندیدہ رہ چکے ہوں اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی ان کے حالات اور کارکردگی سے مطمئن ہوں۔ آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر انتخاب قادسیہ کے قائد بدر واحد کے جانباز مجاہد اور جاں نثار نبی، فاتح عراق وایران اور دس میں سے ایک جنھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوش خبری سنائی تھی۔ اور رشتہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں اور ابتدائی عمر میں حلقہ بگوش اسلام ہونے کا شرف حاصل کرچکے تھے۔

امیر المومنین کی نظر میں کوفہ کی گورنری کے لیے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ موزوں ترین شخصیت کے مالک تھے ان میں وہ عام اوصاف پائے جاتے تھے جو اس اہم اور حساس منصب کے لیے ضروری تھے۔

امیر المومنین نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے گفتگو کا آغاز ان الفاظ میں کیا:

"اے سعد! اے سعد کی ماں کے بیٹے! تمہیں اس دھوکہ میں نہ رہنا چاہیے کہ تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ماموں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی کہا جاتا ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا ہے، بلکہ برائی کو اچھائی سے مٹاتا ہے، خدائے عز وجل اور انسان کے درمیان رشتہ داری کا نہیں اطاعت گذاری کا تعلق ہے، خدا کے دین میں اعلیٰ گھرانہ اور کمتر گھرانہ برابر ہے، اگر کوئی امتیاز ہے تو تقویٰ کی بناپر اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی طاعت وعبادت کے واسطے ہی حاصل کی جاسکتی ہے، تو تم اسی بات کو پیش نظر رکھ کر عمل کرو جس کو کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے"۔

اس گفتگو کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد کے لیے کوفہ کی گورنری کی پیش کش کی، حضرت سعد نے امیر المومنین کے حکم کی بجاآوری کے طور پر اس پیش کش کو قبول کرلیا اور کوفہ روانہ ہوگئے۔ کوفہ کے محل وقوع اور کوفہ کے گوناگوں حالات کی وجہ سے ان پر بڑی ذمہ داری آن پڑی تھی۔ لیکن صحبت نبوی اور تربیت نے انھیں پختہ، تجربہ کار اور مدبر بنا دیا تھا، بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے شروع کیے، اسی کے ساتھ ان کا ذہن اس بات سے خالی نہ تھا کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی عقابی نگاہیں ان کے کاموں

کا جائزہ لیتی رہتی ہوں گی۔ کوفہ کے حالات، سماج وماحول کی ضروریات کے پیش نظر انھوں نے اپنی رہائش گاہ میں دروازہ لگوایا اور اس طرح لوگوں کی آمدورفت میں دروازہ حائل ہوگیا اور وہ ہمہ وقت کوفہ کے عوام کی نظروں کے سامنے نہ رہے، امیر المومنین کو اطلاع پہونچائی گئی کہ گورنر کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عوام کے درمیان پردہ حائل ہوگیا ہے، جی ہاں اب آدمی بلا روک ٹوک گورنر تک نہیں پہونچ سکتا ہے، شکایت اس کی نہیں کہ ظلم وزیادتی سے پیش آتے ہیں، رشوت لیتے ہیں، کوفہ اور اپنی قیام گاہ سے غائب رہتے ہیں، نہیں ان میں سے کوئی بات نہیں، صرف یہ ہے کہ کم ملتے ہیں، ملنے کے لیے دروازہ پر دستک دینی پڑتی ہے۔

امیر المومنین کو جیسے ہی یہ خبر ملتی ہے اپنے مشیر کار جلیل القدر صحابہ کرام کے سامنے معاملہ پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد نگراں بورڈ کے چیرمین حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے ہیں کہ کوفہ جاکر سعد کے مکان کا دروازہ اکھاڑ کر مدینہ منورہ لے آؤ اور دیکھو اس کے علاوہ کوئی بات اور کوئی حرکت نہ کرنا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سعد کے مکان کو آگ لگادو۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کوفہ روانہ ہوگئے، اور پہونچتے ہی امیر المومنین کے حکم پر عمل کیا، حضرت سعد گھبرا کر نکلے تو دیکھا امیر المومنین کے خصوصی نمائندہ کھڑے ہیں، ان سے سبب دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ امیر المومنین کا یہی حکم ہے، آپ نے امیر المومنین کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا، اور حضرت محمد بن مسلمہ سے کہا کہ مدینہ منورہ واپس جارہے ہو تو راستہ کے لیے توشہ اور زاد راہ لے لو، انھوں نے معذرت کردی اور روانہ ہوگئے، امیر المومنین نے ان سے دیکھتے ہی پوچھا گورنر کوفہ سے تم نے کچھ لیا تو نہیں؟ جواب دیا میں نے آپ کے حکم کی پوری پابندی کی ہے۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے صرف احتیاط کے طور پر یہ اقدام کیا تھا ان پر بے اعتمادی یا ان کے کردار پر کوئی شک وشبہ نہیں تھا، چنانچہ اپنی جانشینی کے لیے جن چھ صحابہ کرام کے نام بتلائے تھے ان میں ایک نام حضرت سعد بن ابی وقاص کا بھی تھا، اس کے بعد فرمایا (باقی صفحہ ۳۰ پر)

(بقیہ)

سفر قادیان

لوگ دیوانہ سمجھ کر خاموشی سے گزر جاتے تھے اور اس طرح سب نکل گئے میں مسجد میں داخل ہوا نماز عصر ادا کی ایک صاحب صحن مسجد میں ٹہل رہے تھے نماز کے بعد قریب آئے اور مجھ سے پوچھا کہ آپ کا کیا کام ہے؟ میں نے اپنی ضرورت بیان کی پوچھا کس سلسلہ میں؟ میں بتلایا کہ قادیانیت کا معاملہ ہے، وہ مجھ کو لے کر باہر نکلے اور ایک صاحب کو بلاکر ان کے حوالہ کیا کہ احمد غریب سیٹھ کے یہاں لے جاؤ اور ان کی مدد کرو، وہ مجھ کو لے چلے راستہ میں انھوں نے بھی غرض وغایت کا سوال کیا تو ان کو ذرا تفصیل سے میں نے بتایا، احمد غریب سیٹھ تو مشغول آدمی تھے لگے رہے کافی اصرار کے بعد اتنا کہا کہ ابھی یقین نہیں ہے دس بجے رات کو فون آئے گا تو معلوم ہوگا اور ممکن ہے وقت کی تنگی کے پیش نظر وہ ایرپورٹ ہی پر چند گھنٹے رکیں، جو شخص میرے ہمراہ تھے انھوں نے میرے مقصد کے پیش نظر خود ہی ذمہ داری لی کہ اگر مولانا آدیں گے تو میں آپ کو ایرپورٹ لے چلوں گا۔ اور یہ کہ اس کام کے سلسلہ میں وہ مجھے دوسرے دن احمد القاضی جو سعودی سفارت خانہ کی طرف سے بمبئی میں مامور تھے ان سے ملاقات کرانے کا نظم کیا۔ احمد القاضی سے کافی طویل ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا کہ اگر مجھ سے پہلے مل لیتے تو کام آسان تھا اور ہمیں اختیار ہے کہ حج کا ویزا دیں یا نہ دیں، لیکن آپ بہت آگے جاچکے ہیں، شاہ کو اور سفارت خانہ کو لکھ چکے ہیں، اس لئے اب ہمیں سفارت خانہ سے رجوع کرنا ہوگا۔ دوسرے دن کی ملاقات مفید ہوئی۔

شاہ فیصل کے خط پر فوراً ایکشن لیا گیا، اور حکم ہوا کہ نامزد احمدیوں کو روکا جائے اور اگر پہونچیں تو جدہ ایرپورٹ پر گرفتار کرلئے جاویں۔ سفارت خانہ کو اطلاع ملنے پر احمد القاضی کو مطلع کیا گیا کہ نامزد احمدیوں کو روکا جائے۔ جس وقت احمد القاضی سفارت خانہ سے معلوم کرنے کی کوشش کررہے تھے اسی وقت سفارت خانہ نے ان کو مذکور حکم سنایا۔

دوسرے دن احمد القاضی نے مجھے مبارکباد دی اور مجھ سے کہا کہ آپ ہماری مدد کریں کہ نامزد اشخاص کو تلاش کیا جائے۔ چنانچہ مزید معلومات ہونے پر ان کی نشاندہی ہوگی اور سب گرفت میں آگئے، پہلے میرا مذاق اڑا رہے تھے اور مسائل حج مجھ سے پوچھ رہے تھے اب مجھ سے منہ چھپانے لگے۔ اس طرح ۶۵ء کا مرحلہ طے ہوگیا۔

کلکتہ واپسی پر بہت کوششیں کی گئیں کہ میرے خلاف کیس دائر کیا جائے۔ لیکن اس کی گنجائش نہیں نکل سکی، اسی سال بمبئی سے بھی دو احمدی گئے تھے وہ گرفتار ہوئے اور بالآخر ان کے توبہ کرنے پر وہ واپس آسکے، ان لوگوں نے مولانا ریاض احمد صاحب پر مقدمہ دائر کردیا، اور کئی سال تک وہ مقدمہ کے چکر میں پھنسے رہے۔ اور کافی مدت کے بعد بمبئی کی عدالت نے بھی قادیانیوں کو اسلام سے خارج قرار دیدیا (جو ایک دوسرے مقدمہ کے سلسلہ میں تھا)

ظاہر ہے کہ قادیانی میرے پیچھے لگ گئے اور مجھ سے مباحثہ کی کوششیں بھی کی گئیں لیکن اس میں بھی وہ ناکام ہوگئے فالحمد للہ علیٰ ذلک

اسلام میں حسن سلوک کی فضیلت و اہمیت

شمس الحق ندوی

اُمّتِ مسلمہ کی بہت سی خصوصیات و امتیازات کی طرح اس کا ایک شرف و امتیاز یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کے حوصلے و جذبہ کو ابھارا جائے۔ دوسرے کے عیوب کا پروپیگنڈہ کرنے اور پھیلانے کے بجائے اس کی پردہ پوشی کی جائے۔ ضرورت پران کی سفارش کی جائے، مریضوں کی عیادت کی جائے، ایک دوسرے سے بشاشت کے ساتھ ملا جائے، مظلوم کی مدد کی جائے، کمزور کے ساتھ لطف و مہربانی کا معاملہ کیا جائے، ان کی لغزشوں کو نظر انداز کیا جائے، باہم کچھ نااتفاقی ونا چاقی ہے تو میل ملاپ کرایا جائے، مسلمانوں کا باہم اس طرح مل جل کر رہنا اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال اللہ رب العزت کے نزدیک بڑی مقبولیت و محبوبیت رکھتا ہے، اس کے بڑے فضائل ہیں مگر ہم اپنی کوتاہی اور ناعاقبت اندیشی اور بسا اوقات ناواقفیت کی وجہ سے نہ صرف اس سے محروم رہتے ہیں بلکہ ہمارا معاشرہ ایسا بن جاتا ہے کہ زندگی عذاب بن جاتی ہے جبکہ مسلمانوں کے مفاد میں کام کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔

جو کچھ کہا گیا اس کی اہمیت و فضیلت میں چند احادیث درج ذیل ہیں جن سے ہم کو اپنے گھر ماحول اور معاشرہ کو سدھارنے کی وافر غذا ملے گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مخلوق خدا کا کنبہ ہے بس اس کی مخلوق میں اس کو سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کو سب سے زیادہ نفع پہونچانے والا ہو۔"

اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی مروی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہونچانے والا ہو۔"

ایسا مبارک شخص قیامت کے ہولناک عذاب سے مامون ہوگا۔ قیامت کی دل دہلا دینے والی اور حواس کو اڑا دینے والی عقل و ہوش کو کھو دینے والی باتیں تو ضرور کان میں پڑی ہونگی لیکن جو عمل اس ہولناکی سے محفوظ و مامون کرے اس کو اپنانے کے ہم کتنے محتاج ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کچھ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے لوگ اپنی ضروریات انھیں کے پاس سے کر جاتے ہیں، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہوں گے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایسے شخص کے لئے قیامت کے دن نور کا ایک منبر رکھا جائے گا۔

جیسا کہ کثیر بن عبداللہ بن عمر بن عوف نے اپنے والد اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو اس نے اپنے بندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا رکھی ہے کہ اپنے ان دنیک بندوں کو جو دوسروں کی مدد پہ مامور ہیں آگ کا عذاب نہیں دے گا اور قیامت کے دن ان کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے (وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہوں گے جب کہ دوسرے لوگ حساب دے رہے ہوں گے (اور قیامت کی دشواریوں کا سامنا کر رہے ہوں گے)

ایک اور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی مخلوق میں کچھ ایسے چہرے (ہیں) ہیں، جن کو لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے ہی کے لئے پیدا فرمایا ہے وہ آخرت کے طلبگار رہتے ہیں اور جود وسخا کو آخرت کیلئے کاروبار سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اچھے اور فیاضانہ اخلاق کو پسند فرماتا ہے۔ ایسے شخص کے اعمال تولے جانے کے وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں گے، اگر نیکی کا پلڑا بھاری ہوا تو ٹھیک ورنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس کی سفارش فرمائیں گے،

کوئی حد ہے اس لطف و کرم اور عنایت خداوندی کی اپنے اس بندے کے ساتھ جس کے اعمال تولنے کے وقت اس کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کیلئے موجود ہیں۔

دوسروں کے کام آنے والے ایسے خوش نصیب شخص کے لئے دو خوشخبریاں ہیں۔

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا، اور ایک یہ کہ اس کو دو باتوں سے محفوظ فرما دے گا، ایک نفاق دوسرے جہنم کی آگ ــــ اللہ تعالیٰ پلصراط پر بھی ایسے شخص کے قدموں کو پھسلنے سے محفوظ فرمائے گا، اور وہ سلامتی کے ساتھ گذر جائے گا۔

حدیث میں ہے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے روایت فرمایا کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص کسی حاکم کے پاس اپنے مسلمان بھائی کے لئے جائز نفع یا اسکی مشکل کو آسان کرنے میں واسطہ بنے پلصراط پار کرنے میں اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو پھسلنے سے بچائے گا۔"

ایسے ہی جو شخص کسی پریشان حال لٹے پٹے کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ۷۳ نیکیاں لکھ دیتا ہے، ایک نیکی سے تو اللہ تعالیٰ اس کی آخرت سنوار دے گا، باقی ۷۲ نیکیاں قیامت کے دن بلندیٔ درجات کیلئے ہونگی،

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ۷۰ بھلائیاں لکھ دے گا۔ اسی سلسلہ کی ایک روایت میں ہے کہ: "جو شخص کسی مسلمان بندے کی کسی مصیبت کو دور کر دے گا، اللہ تعالیٰ اس کو نور کے دو شعلے عطا کرے گا جس سے ایسا عالم روشن ہو جائے گا جس کو اللہ رب العزت ہی جانتا ہے۔

حضرت مسلمہ بن مخلدؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں جہان میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا، اور جو شخص کسی مصیبت زدہ سے کوئی مصیبت و پریشانی دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت کو دور فرمائے گا۔ اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری فرماتا رہتا ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے نیک بندے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں حائل فرما دے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ کسی مسلمان کا مسلمان کو خوش کرنا اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا باعث ہے، کسی کی عیب پوشی بہترین عمل ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی عیب پوشی فرمائے گا اور جنت کے علاوہ اس کے لئے کوئی ثواب نہ پسند فرمائے گا۔

ایک روایت میں ہے جس نے کسی مسلمان کی لغزش کو نظر انداز کیا، اللہ تعالیٰ اس کی لغزش کو نظر انداز کرے گا۔

ایک روایت میں ہے نیکی کرنے والے خیر کی کنجیاں ہیں، ان کے لئے بشارت اور بہترین جائے قیام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا! میں خدا ہوں، بھلائی اور برائی میں نے مقدر کیا ہے، اس کے لئے خوشخبری ہے جس کے ہاتھوں میں میں نے خیر کی کنجیاں دے دی ہیں، اور اس کے لئے بربادی ہے جس کے ہاتھوں میں برائی کی کنجیاں دے دی ہیں۔ (یعنی نافرمانی کر کے اپنے کو شر ہی کے راستہ پر ڈال دینے کا مستحق بنا لیا ہے۔)

نیکیوں کا ایک دنیاوی فائدہ یہ ہے کہ نیکی بندہ کو آفتوں اور آنے والی مصیبتوں سے محفوظ رکھتی ہے اور شر اور آزمائش کو اس سے ہٹاتی ہے

حضرت معاویہ بن حیدہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چھپا کر صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے اور نیک سلوک آفتوں کا شکار ہونے سے بچاتا ہے۔"

رشتوں کا جوڑنا اور حقوق اقربا کا ادا کرنا عمر کو بڑھاتا ہے، فقر کو دور کرتا ہے اور کثرت سے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) پڑھا کرو کہ وہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور اس میں ہر مرض کی شفا ہے جس میں کم سے کم درجہ کی چیز غم کو دور کرنا ہے۔

ترمذی اور ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں میں باہم میل ملاپ کرا دینا نفل روزے، نفل نماز، اور نفل صدقے سے افضل ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا تذکرہ قیامت کے دن برسرِ عام فرما کر اس کی عزت بڑھائے گا۔

آپ نے مسلمانوں کے باہم حسنِ سلوک، خلقِ خدا کو راحت پہونچانے کے فضائل اور اس پر انعامات کی حدیثیں پڑھیں، اب آئیے دل پر ہاتھ رکھ کر غور کریں کہ اس وقت ہمارے معاشرہ کا کیا حال ہے، ہم ایک دوسرے سے کتنی محبت کرتے ہیں، اعزہ و اقربا کا حق کتنا ادا کرتے ہیں، ادا کرنا تو الگ رہا، ان کو ستانے اور ان کا حق مارنے میں ہم کیا رول ادا کر رہے ہیں، پھر خیر و برکت اور خدا کی مدد و نصرت ہمارے ساتھ کیسے ہو، الجھنیں اور پریشانیاں کیوں کم ہوں؟ □□

مدینہ کی گلیاں ہیں کتنی نرالی

: ہارون رشید صدیقی

مدینہ کی گلیاں ہیں کتنی نرالی! / مدینہ کے ذرّے ہیں لعل و لآلی
لب ہے لگا ہوں میں مسجد کا نقشہ / وہ جنّت کی کیاری وہ روضہ کی جالی
نہیں شک کہ کعبہ ہے قبلہ ہمارا / یہ قبلہ نما ہے مدینہ کا والی
اور کعبہ نے رونق ہے مکہ کو بخشی / مدینہ کی لیکن ہے قسمت نرالی
حبیب خدا یاں ہیں آرام فرما / ہے بعد خدا جن کی ذات معالی
لگا جس زمیں سے ہے جسم مبارک / وہ رشکِ دو عالم جہاں میں وہ عالی
یہاں کی فضاؤں میں جبریل آئے / اور کانوں میں گونجی اذانِ بلالی
چلے آرہے ہیں عرب اور عجم سے / مقدر کے اونچے اور قسمت کے عالی

الٰہی تمنائے عاصی بھی یہ ہے
کر دیکھے مدینہ اور روضہ کی جالی

امام بخاری کی تعلیم گاہ کا منصوبہ اور وطن

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
صدر شعبۂ عربی ندوۃ العلماء لکھنؤ

ندوۃ العلماء کا ایک وفد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی مدظلہٗ کی سرکردگی میں بخاری و سمرقند پہلی مرتبہ گیا وہاں امام بخاری کی یادگار مدرسہ و مسجد کی صورت میں قائم کرنے کا آغاز ہونا تھا۔ وفد میں حضرت مولانا نے ندوہ کے صدر استاذ حدیث مولانا ناصر علی صاحب و دوسرے استاذ حدیث مولانا محمد سلمان اور صدر شعبہ عربی مولانا محمد رابع حسنی ندوی شامل تھے۔ ترکستان کا شاندار علمی و تاریخی مقام رہا ہے پھر گذشتہ پچھتر سال سے وہاں کے دین و ایمان اور ملت اسلام کو جن آزمائشوں اور تباہیوں سے گذرنا پڑا اس نے وہاں جانے اور حالات کو جاننے کی تڑپ سب دردمند مسلمانوں میں پیدا کر رکھی تھی وفد کی واپسی پر وفد کے رکن مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی کے معلومات و مشاہدات کو مضمون کی شکل میں مولانا ہی کے قلم سے پیش کیا جا رہا ہے (ادارہ)

ترکستان میں امام بخاری کے مدرسہ و مسجد کو شایان شان طریقہ سے دوبارہ تعمیر کرنے کے اس منصوبہ کے سلسلہ میں جو آکسفورڈ کے اسلامی سنٹر نے تیار کیا تھا، اس کی تقریب افتتاح میں شرکت کیلئے مورخہ ۲۳ اکتوبر کو سمرقند کی ایک کانفرنس بلڈنگ میں بین الاقوامی سطح پر اجتماع منعقد ہوا۔

افتتاحی اجلاس میں اسلامک کانفرنس آرگنائزیشن کے جنرل سکریٹری حامد الغابد سعودی عرب کی مجلس شوریٰ کے نائب صدر ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف ازبکستان کے نائب وزیر اعظم سمرقند کے گورنر اور آکسفورڈ سنٹر کے صدر مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی ندوی اور ڈاکٹر محمد فرحان نظامی نے جلسہ کو خطاب کیا۔ دیگر اہم شرکاء میں مملکت قطر کے ادارہ احیاء السنۃ کے صدر ڈاکٹر شیخ یوسف القرضاوی رابطہ عالم اسلامی کے نائب سکریٹری جنرل شیخ امین عقیل عطاس شام کے مشہور عالم دین شیخ عبد الفتاح ابوغدہ اور ہندوستان سے پروفیسر خلیق احمد نظامی، مولانا سید اسعد مدنی، مولانا محمد سالم قاسمی اور پاکستان سے مولانا سلیم اللہ خاں اور مولانا عبدالرزاق صاحب خاص اور اہم حضرات تھے۔ ازبکستان کے صدر اسلام کریموف صاحب کو بھی شرکت کرنا تھی لیکن انھوں نے اپنا پیغام بھیجا افتتاحی اجلاس میں پڑھا گیا۔ اور تمام مقررین نے امام بخاری کے اس منصوبہ کو سراہا جس کو آکسفورڈ کے اسلامی سنٹر نے تجویز کیا اور اس کی تکمیل کے لیے ازبکستان کی حکومت اور برونائی کے سلطان نے تعاون دیا، یہ منصوبہ امام بخاری کے تعلق سے ایک اعلیٰ سطح کی درسگاہ ایک بڑی مسجد اور علم حدیث و علوم دینیہ کے لیے ایک تحقیقاتی ادارہ کے لیے شایان شان عمارت پر مشتمل ہے اس منصوبہ کے لیے دنیا کے کئی مشہور اور بڑے ماہرین تعمیرات سے نقشے طلب کئے گئے تھے ان نقشوں پر غور کرنے اور فیصلہ دینے کے لیے ماہرین کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اس کانفرنس کے موقع پر اس کمیٹی کو آئے ہوئے نقشوں میں سے ایک نقشہ کو انتخاب کرنا تھا چنانچہ کمیٹی نے غور کرکے اس ڈیزائن کو منظور کیا جو جرمنی کے ماہر تعمیرات ڈاکٹر بودوراش نے پیش کیا تھا منصوبہ میں درسگاہ مسجد اور تحقیقی ادارہ کے علاوہ طلباء اور اساتذہ و اہل علم کے قیام کے لیے بھی تعمیر کا ڈیزائن پیش کیا گیا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ منصوبہ جو سہ طرفہ تعاون سے شروع کیا جا رہا ہے۔ ایک عظیم ادارہ اور عالیشان عمارت کے ساتھ ظہور پذیر ہوگا۔ جن ماہرین تعمیرات نے اس موقع کے لیے نقشے پیش کئے تھے ان میں مصر، ترکی، جارڈن، مراکش، جرمنی، برطانیہ کے ایک ایک اور ازبکستان کے دو انجینیروں کے نقشے تھے۔

جلسۂ افتتاحی اور منصوبہ کے نقشہ کے انتخاب کے ساتھ دیگر نقشہ ساز انجینیروں کو ان کے نقشوں کی حیثیت کے لحاظ سے انعامات تقسیم کئے گئے جو ازبکستان کے نائب وزیر اعظم نے تقسیم کئے اسکے بعد جلسہ ایک اچھے سیمنار میں تبدیل ہوگیا سیمنار میں دنیا کے مختلف اطراف سے آئے ہوئے اسکالروں نے اپنے اپنے مقالے پیش کئے اور یہ سلسلہ چار نشستوں میں پورا ہوا۔ جو دوسرے روز ۲۴ اکتوبر تک جاری رہی سیمنار کے اہم شرکاء میں ہندوستان سے مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی ندوی، مولانا سید اسعد مدنی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا محمد اکرم ندوی، مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا اسلام قاسمی، مولانا سفیان قاسمی، انجینیر محمد عثمان صاحب، مولانا سید احمد پالن پوری، مولانا محمد ناصر ندوی، مولانا محمد سلمان حسینی ندوی، اور یہ راقم حروف تھا۔ اور پاکستان سے مولانا محمد سلیم اللہ

خاں شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی، مولانا عبدالرزاق صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی مولانا محمد عادل اور قطر سے ڈاکٹر شیخ یوسف القرضاوی امارات سے عجاج خطیب کویت سے ڈاکٹر طحان اور دیگر چند در چند اصحاب علم اور اہم اسکالروں نے مختلف ملکوں سے حصہ لیا ان میں ایک درجن سے زیادہ خود ازبکستان کے اہل علم و اساتذہ تھے جنوبی افریقہ سے مولانا علی آدم ندوی اور ملیشیا سے احمد فہمی زمزم ندوی بھی شریک ہوئے سب شرکاء ملا کر ۹۰ کی تعداد ہوگئی تھی ان سب حضرات کے مقالوں میں امام بخاری کی زندگی، کارناموں اور ان کی کتاب کی خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی اور کانفرنس ایک بھرپور علمی پروگرام کے ساتھ ۲۴ اکتوبر کو مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی دعا پر ختم ہوئی

اختتامی نشست میں بھی ازبکستان کے اول نائب وزیر اعظم نے اور متعدد اعلیٰ ذمہ داران حکومت نے بھی شرکت کی ــــــ کانفرنس کی افتتاحی و اختتامی نشستوں میں کانفرنس کی اہمیت پر متعدد ذمہ داروں کی تقریروں میں روشنی ڈالی گئی اس میں خاص طور پر مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہٗ نے جو کہ سنٹر کے صدر بھی ہیں۔ کانفرنس کے افتتاحی جلسہ میں اپنی تقریر کے دوران اس عظیم منصوبہ کے مزاج و مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا یہ منصوبہ امام بخاری جیسی عظیم المرتبت مذہبی شخصیت کے تعلق سے قائم کیا جا رہا ہے اس لیے اس کی روح اور مزاج بھی انہیں کے مطابق ہونا چاہیئے امام بخاری نے دین اسلام کی وہ بنیادی کتاب جو انھوں نے الجامع الصحیح کے نام سے مرتب کی ہے اس حدیث سے شروع کیا ہے جس میں خلیفۂ ثانی سیدنا عمر بن الخطاب نے رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ہر شخص کو اسی کا صلہ ملے گا جس کی نیت سے عمل کیا اگر کسی نے ترک وطن اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کیا ہے تو اس کا ترک وطن اسی کا شمار ہوگا اور اگر کسی دنیاوی غرض یا کسی خاتون سے رشتہ قائم کرنے کی غرض سے کیا تو یہ ترک وطن اسی کا قرار پائے گا۔ اس حدیث کے بموجب ہمارا یہ منصوبہ بھی امام بخاری کے کام و مقام کے مطابق ہونا چاہیئے اور اسی طرح امام بخاری نے اپنی اس کتاب کو جس حدیث پر ختم کیا اس میں اللہ تعالیٰ سے بندگی کا تعلق اور اس کے ذکر و ثنا کی اہمیت بتائی گئی ہے ہمارے منصوبہ کی روح بھی اس کے مطابق ہونا چاہیئے دنیا میں یادگاریں اور عمارتیں قائم کرنے میں جو مقاصد اور نیت ہوتی ہے جس میں دکھاوا ہوتا ہے اور تفاخر ہوتا ہے اس سے ہمارا یہ منصوبہ پاک رہنا چاہیئے مولانا کی یہ تقریر تاثر اور قدر سے سنی گئی اور چونکہ وہ اس منصوبہ کو چلانے والے ادارہ یعنی آکسفورڈ اسلامی سنٹر کے صدر بھی ہیں اسلئے ان کی یہ تقریر اہمیت اور مقصد کا تعین کرنے والی قرار پائی۔

کانفرنس کے اختتام کے بعد مدعوین کے لیے منصوبہ کی جگہ دیکھنے کا نظم کیا گیا یہ جگہ جلسہ گاہ اور شہر سے تقریباً پندرہ ۱۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک قصبہ میں ہے جس کا نام خرتنگ ہے امام بخاری اپنی زندگی کے آخری دنوں میں یہیں آکر مقیم ہوئے تھے اور وہیں وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے تھے وہاں حکومت ازبکستان نے ایک وسیع رقبہ زمین اس منصوبہ کے لیے مہیا کیا ہے یہ قصبہ بخاریٰ شہر سے تقریباً پونے تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے امام بخاری وہاں سے رخصت ہوکر سمرقند آرہے تھے اس قصبہ میں پہونچ کر اپنے اعزا کے پاس چند یوم مقیم ہوئے تھے۔ کہ ان کا آخری وقت آپہنچا وہ جگہ بخاریٰ و سمرقند کی شاہراہ پر ہی واقع ہے اور ایک سادہ اور صاف ستھرا قصبہ ہے۔ جس میں امام بخاری کی آرام گاہ سے متصل ایک چھوٹی سادہ مسجد ہے اور اس میں ایک مکتب بھی ہے مدعوین جب قصبہ میں پہنچے تو اہل قصبہ نے تعلق و مسرت سے استقبال کیا اور اپنائیت سے پیش آئے اور مہمانوں کو دیکھکر مسجد میں جمع ہوگئے

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہٗ، فضیلۃ الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ ڈاکٹر شیخ عجاج الخطیب اور ازبکستان کے امور دینیہ ادارہ کے صدر شیخ مختار عمر نے خطاب کیا۔ یہ سادہ اور پروقار موقع تھا امام بخاری کی عظیم شخصیت رہتی دنیا تک مذہب اسلام کے اس بنیادی سرچشمۂ علم یعنی حدیث شریف کے اس اعلیٰ مجموعہ کے ساتھ لوگوں کے ذہنوں میں تھی۔ امام بخاری کا یہ مجموعۂ حدیث جس عرق ریزی اور امانت داری و محنت سے تیار کیا گیا تھا اس کو اہل علم کا سارا طبقہ تسلیم کرتا ہے امام بخاری جو ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم جعفی بخاری سے معروف ہیں اپنی دس سال کی عمر ہی سے اپنے علمی اشتغال اور ذہانت و حافظہ میں نمایاں ہونا شروع ہوگئے تھے۔ پھر اس وقت کی اسلامی علمی دنیا میں سفر کرکے صحیح حدیثیں سننا اور حافظہ میں محفوظ کرنا شروع کیں اور حافظہ کی طاقت کا ایسا ثبوت دیا جو اپنی مثال آپ تھا۔ اور جلد ہی بہت وسیع ذخیرۂ حدیث اپنے حافظہ میں اکٹھا کر لیا اسی ذخیرہ سے پھر چن چن کر انتہائی درجہ کی احتیاط کے ساتھ کتاب تیار کی جو دنیا کی تمام اعلیٰ تعلیم کی درسگاہوں میں پڑھائی جاتی ہے۔

سمرقند و بخاریٰ شہر اسلامی تاریخ کے اول ہی سے اہمیت کا مقام رکھتے رہے ہیں سمرقند تیمور لنگ کا شہر رہا ہے اور وہیں ان کی قبر ہے ان کے علاوہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے صاحبزادہ حضرت قثم بن عباس کی جو حضور رسول مقبول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے آرام گاہ بھی اسی سمرقند میں ہے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ یہاں آئے تھے اور یہیں اپنی زندگی پوری کی۔ سمرقند ہی میں سلسلۂ نقشبندیہ کے بہت بڑے بزرگ خواجہ عبیداللہ احرار کی بھی آرام گاہ ہے اور اسی کے ساتھ ایک اچھا دینی مدرسہ اور مسجد بھی ہے

(باقی ص ۲۶ پر)

مکتوب امریکہ

از شکاگو
مورخہ ۲۴ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ
مطابق ۹ ستمبر ۱۹۹۳ء

صفحہ ۴ پر آپ نے حضرت مولاناؒ کی ایک مجلس کا ذکر اور مفید معلومات پڑھا، اب آپ اس مجلس کے مرتب ڈاکٹر سہیل احمد خان کے انداز فکر کا بھی اس خط سے اندازہ لگائیے جو انہوں نے اس مجلس کے ساتھ لکھا تھا خط سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ امریکہ میں رہ کر ایک اسلامی الفکر جدید تعلیم یافتہ ملی غیرت وحمیت رکھنے والے بندۂ مومن کے فکر وسوچ کا کیا انداز اور دینی ملت کی کیسی فکر وتڑپ ہوتی ہے

قبلہ محترم جناب مولانا علی میاں! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خط کے ذریعہ آپ کی خدمت میں حاضری کی جسارت کر رہا ہوں، اس اتوار وپیر کو شکاگو میں آپ کی خدمت میں حاضری کا موقع پاکر اللہ پاک کا بے حد شکر ادا کیا، اللہ رب العزت نے آپ سے قلبی انسیت ومحبت عطا فرمائی، محض اس کا احسان ہے، ورنہ یہ گناہ گار اس قابل نہیں، اللہ پاک سے دعا ہے کہ اس قلبی محبت کو اپنی محبت واطاعت میں اضافہ کا باعث فرمائیں، آمین۔ آپ سے دعاؤں کی خصوصی درخواست ہے کہ احقر سے اللہ پاک اپنے دین کا کام صحیح بنیادوں پر خلوص نیت کے ساتھ لے لیں، اس زندگی کی سانسیں بھی اس کی یاد ومحبت میں گزریں اور خاتمہ بھی اسی حالت میں ہو، آمین ثم آمین۔

بحیثیت ایک مسلمان، قلب اس حالت پر بے حد بے چین رہتا ہے کہ کس طرح اللہ کا دین عام ہو جائے اور بالخصوص ہم مسلمان صحیح معنوں میں اللہ کے اطاعت گزار بن جائیں، فی الحال تو قیام امریکہ میں ہے لیکن شدید خواہش واپس پاکستان لوٹنے کی ہے کہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی زندگی مسلمانوں کے درمیان اور دینی ماحول میں گزر جائے، اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں سے اس دیار کفر میں اپنے دین کے پھیلنے اور عمل پیرا ہونے کا کام لے لے۔ احقر تو "پتھر اپنی جگہ پہ ہی کچھ وزن رکھتا ہے" کے مصداق اپنی کوشش کا دائرہ کار تو اسی جگہ کو سمجھتا ہے، جہاں پیدا ہوا، پلا بڑھا اور جس جگہ کو شاید اس کی کوشش کی شدید ضرورت بھی ہو، اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ قبولیت وخیر وبرکت وعافیت کا معاملہ فرمائیں، آمین۔

اتوار کی شام کو آپ کی محفل میں بیٹھ کر ایسا لگا کہ شاید عرصے سے تعلق اور مکمل ذہنی ہم آہنگی ہو، آپ نے فرمایا کہ "آج کے دور کا اہم چیلنج مسلمان جدید تعلیم یافتہ طبقہ کا اسلام پر اعتماد بحال کرنا ہے، واللہ، دل ودماغ اس نقطے پر پچھلے بہت دنوں سے بے چین تھا کہ کرنے کا یہ بے حد اہم کام ہے، اپنی اسی الجھن کے اظہار کے لیے آپ کو کچھ عرصہ پہلے خط تحریر کرنے کا ارادہ باندھ رہا تھا کہ اللہ پاک نے آپ کی خدمت میں حاضری کا موقعہ عطا فرما دیا اور گویا اپنی اس الجھن کے اظہار سے پہلے ہی آپ کے خیالات معلوم ہو کر بے حد اطمینان ہوا اور دل میں اللہ پاک کا بے حد شکر گزار بھی ہوا، اس ملک یعنی امریکہ ویورپ میں تو پھر بھی کسی نہ کسی درجہ میں لوگ اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم دینے کی ضرورت محسوس کرنے لگے ہیں، لیکن بدقسمتی سے اپنے ملک میں تو لوگ عمومی طور پر اس سے بے خبر ہیں، اپنے بچوں کو انہی اسکولوں میں تعلیم دلواتے ہیں جہاں اساتذہ تو مسلمان ہیں لیکن نصاب میں اسلام کی کوئی تعلیم وتربیت واخلاقی اقدار نہیں ہیں، اور پھر یہی بچے آگے بڑھ کر ملک کے صحافی واستاد، وڈاکٹر وانجنیئر وحکمران وغیرہ بنتے ہیں، ان اسکولوں کی تعلیم کے مقابلے میں قدیم درسی یعنی درس نظامی پر مبنی مدرسے ہیں، جہاں سے الحمدللہ وہ بچے فارغ ہوتے ہیں جو دینی تعلیمات سے تو بہرہ ور ہوتے ہیں لیکن پھر ملک وقوم کے روزمرہ معاملات زندگی میں ان کا دخل وعمل قدرے محدود ہوتا ہے، چنانچہ صورتحال یوں ہے کہ جو ملک وقوم کی مختلف درجوں میں باگ ڈور سنبھال رہے ہیں وہ دین کی تعلیمات سے شاید صحیح معنوں میں کبھی بہرہ ور ہی نہ ہوئے اور دوسری جانب جو اس سے مکمل طور پر بہرہ ور ہوں ان کا نظام زندگی میں عمل ودخل بہت محدود ہے، اس فاصلے کو دور کرنے کی شاید ضرورت ہو کہ وہ بچے جو جدید تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کے تعلیمی نصاب میں اسلامی تعلیمات واخلاقی

اقدار کی تعلیم وتربیت کو شامل کیا جائے، گویا کہ ان کی سوچ اسلامی بنائے جائیں کہ کل جب وہ صحافی یا استاد یا ڈاکٹر یا انجنیئر یا حکمراں بنیں تو اپنی سوچ میں اسلامی ہوں اور اسلام کو بحیثیت ایک زندہ دین ومکمل مذہب کے دیکھتے ہوں، احقر اس کوشش کو کرنے کی اپنے اندر بے حد تڑپ پاتا ہے شاید اس وجہ سے بھی زیادہ کہ خود بھی اس جدید تعلیمی نظام کی پیداوار ہے اور اپنے اردگرد بے شمار ایسے لوگوں کو دیکھتا ہے جو کبھی تو اپنی سوچ وعمل میں اسلام ومسلمانوں سے انتہائی بے زار نظر آتے ہیں، وجہ اس کی شاید یہی سمجھ میں آتی ہے کہ گھر میں مضبوط اسلامی اقدار کی غیر موجودگی میں، اسکولوں کے جدید تعلیمی نصاب ونظام نے انہیں اسلام سے قریب کرنے کی بجائے دور ہی کر دیا، اس سلسلے میں آپ سے خصوصی درخواست ہے کہ دعاؤں میں بھی یاد رکھئے اور ہر ہر مرحلے پر ذہنی وفکری وعملی رہنمائی فرمائیے، آپ سے مل کر اپنی زندگی میں اس کوشش سے متعلق روشنی کی کرن پیدا ہوئی ہے کہ انشاء اللہ صحیح راہنمائی کے ساتھ اور ہر قسم کی ذہنی وفکری مدد کے ساتھ یہ کام ممکن ہو سکے آمین، فرمائیے گا کہ یہ کوشش کن خطوط پر استوار ہو، اس کے واضح مقاصد کیا کیا ہوں اور ان کو پانے کے لیے کس حکمت عملی پر عمل کیا جائے، کاش اس کوشش کے سلسلے میں ایک مضبوط بنیادوں پر ایک مکمل اور متوازن تعلیمی نصاب عمل میں آ سکے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ اس تعلیمی نصاب کو آنے والی نسل تک پوری استطاعت کے ساتھ پہنچانے والے بھی ممکن ہو سکیں، آمین ثم آمین۔ احقر کو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اگر اس قسم کا تعلیمی نصاب وتعلیمی تربیت کرنے والے اساتذہ مہیا ہو جائیں تو بے شمار دردمند کارکنان اسلام اس کو اپنے اپنے علاقوں میں رائج کرنے والے ہو جائیں گے۔

پچھلے اتوار کو آپ کی محفل میں بیٹھ کر جو کچھ سیکھا اس کو احقر نے الفاظ میں محفوظ کرنے کی جسارت کی ہے آپ سے التماس ہے کہ اس نظر ثانی کر کے اصلاح فرمائیں، اللہ پاک دین کا صحیح فہم وصحیح عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ آپ کے نصیحت کردہ ذکر کی تسبیحات تو الحمدللہ احقر پڑھتا ہے، لیکن اپنی کمزوری ومعمولات کی بنا پر نماز عصر کے بعد ممکن ہو پاتا ہے، جب کہ آپ نے بعد از فجر یا بعد از مغرب نصیحت فرمائی تھی، اللہ پاک قبول فرمائیں۔ آمین۔ آپ سے اب اجازت چاہوں گا اس التماس کے ساتھ کہ اپنی دعاؤں وتوجہ میں احقر کو خصوصی یاد رکھیں، اس کی روحانی وعملی وفکری واخلاقی تربیت فرمائیں، اللہ پاک آپ کو تندرستی وصحت وایمان کی سربلندی عطا فرمائیں اور آپ کا پر شفقت سایہ امت پر قائم رکھیں، (باقی ص ۳۰ پر)

تیرے در کو چھوڑ کر جائے کہاں

حضرت شاہ مولانا محمد احمد صاحبؒ

عشق کی کس کو سناؤں داستاں — ہائے جب کوئی نہیں ہے راز داں
لطف جینے کا اسے حاصل کہاں — جس نے دیکھا ہی نہ بزم عاشقاں
ہو خوشی یا درد وغم کی داستاں — سب میں شامل ان کا ہے لطف نہاں
ہو رہا ہے عشق کا بھی امتحاں — آتے ہیں ہر سمت سے تیر وسناں
ان کی مرضی پر مری قربان جاں — اللہ اللہ تھا میں اس قابل کہاں
عشق کی ذلت کا وہ دیکھیں سماں — ہے زمیں بھی میرے حق میں آسماں
مجھ کو جی بھر کر ستالیں وہ یہاں — میں خلاف حق نہ کھولوں گا زباں
حق پرستی کی سزا جو درعیاں — ہے یقیناً سنت پیغمبراں
مکر تیرا سب رئیس گھر عیاں — کب بھلا اہل نظر سے ہے نہاں
بڑھ رہے ہیں پھر شر درد دشمناں — تجھ سے ہے فریاد رب دو جہاں
جل کے اٹھے گا نشیمن سے دھواں — آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
کیا مٹائے گا مرا نام ونشاں — جس کے قبضہ میں نہیں سود وزیاں
آ نہیں سکتی کبھی اس میں خزاں — گلستاں ہے عشق کا یہ گلستاں
ہے مدد پر جب مکین ولا مکاں — پھر کریں گے کیا مرے نامہرباں
ہے ترا بندہ ضعیف وناتواں — تیرے در کو چھوڑ کر جائے کہاں
میرا سر ہے اور تیرا آستاں — ہے یہی میرے لیے رشک جناں
دونوں عالم میں نہ ہو مجھ کو زیاں — ابر رحمت کا ہو مجھ پر سائباں

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

سفر قادیان

مولانا محبوب الرحمٰن ازہری

قادیان ایک قصبہ ہے جو ضلع گورداسپور (پنجاب) کی تحصیل بٹالہ میں ہے پہلے صرف گاؤں تھا ایک متمول منحصر مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر میں ایک لڑکے کی ولادت ہوئی جس کا نام مرزا غلام احمد رکھا گیا، اسی لڑکے نے آگے بڑھ کر قادیان کو شہرت بخشی اور اس کو پہلے دمشق کا ہمسر کیا پھر بیت المقدس اور مکہ کا مقابل بنا دیا وہاں کا سفر حج سے افضل قرار دیا گیا بظاہر وہاں کے باشندے اسی مناسبت سے قادیانی کہلائے اور خود مرزا غلام احمد کے ساتھ قادیانی کا لفظ ایسا چپکا کہ وہ ایک دن ایک مذہب ایک فرقہ ایک جماعت کا لقب ہو گیا اور کسی کو بھی قادیانی کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ وہاں کا باشندہ ہے بلکہ ایک خاص عقیدہ کا حامل ہونے سے ہی قادیانی کہلاتا ہے۔

سفر قادیان بھی اسی مناسبت سے عنوان قائم کیا گیا ہے ورنہ اس سرزمین کا خواب و خیال میں بھی میں نے نظارہ نہیں کیا اتنا جانتا ہوں کہ امرتسر سے ایک برانچ لائن بٹالہ قادیان جاتی ہے بس اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ مرزا جی کا خواب کہ قادیان مکہ ہو گا شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ خاص گورنمنٹ برطانیہ نے جس کی خدمت کے لیے مرزا جی نے زندگی گذاری تھی تقسیم ہند کے وقت خط کھینچنے میں قلم کو ایسی جنبش دی کہ قادیان ہندوستان کی طرف چلا گیا برطانیہ کی مصلحت جو بھی رہی ہو مگر قدرت نے اس کو پاکستان میں جانے سے روک لیا اور قادیان کا نام و نشان رہ گیا ورنہ ربوہ کی طرح یہ بھی طاق نسیان کا شکار ہو جاتا۔

مرزا جی کی پیدائش کی تاریخ کے بارے میں جہاں تک تلاش کیا گیا ۱۸۳۵ - ۱۸۴۵ کے درمیان معلوم ہوتی ہے اس کو صیغہ راز میں رکھنے کی وجہ یہی تھی کہ ان کی پیشین گوئی "اسی سال یا اس سے کچھ کم یا زیادہ عمر ہو گی" کو مرتے وقت صحیح کر دیا جائے لیکن لے بسا آرزو کہ خاک شدہ دوسری پیشین گوئیوں کی طرح اس میں بھی مرزا جی فیل ہو گئے اور مئی ۱۹۰۸ء میں تشریف لے گئے۔ یعنی اگر ۱۸۳۵ ہی مان لیا جائے تو بھی ۷۳ سال ہوئے جو کسی طرح بھی اس کے قریب نہیں کہے جاویں گے۔

ایک جملہ معترضہ لکھنا ضروری ہے کہ اپنے بچپن میں جب بھی مرزائی کا لفظ سنتا تھا (اس وقت یہی لقب رائج تھا) تو میرا تخیل یہ تھا کہ کچھ لوگ مرزائی (جو روئی کی بنڈی یا جاکٹ ہوتی تھی) پہنتے ہوں گے ان کو مرزائی کہا جاتا ہے۔ دھیرے دھیرے سمجھ میں آیا کہ ایک فرقہ ہے۔ اور سب سے پہلے مصر پہونچ کر کلیہ اصول الدین میں دو احمدی قادیانی داخل ہونا چاہتے تھے تو اندازہ ہوا کہ یہ کوئی فرقہ ہے جو ناپسندیدہ ہے۔ شیخ الکلیہ نے داخلے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ ازہر کے کسی شعبہ میں داخلہ کی مخالفت کی اور ان دونوں نے توبہ کا اعلان شائع کیا تب بھی کلیہ اصول الدین میں داخل نہیں ہو سکے۔ یہ میرا ابتدائی تعارف تھا۔ ہندوستان واپس آکر ذہن میں کچھ بھی باقی نہیں تھا صرف یہ تصور کہ دوسرے فرقوں (چشتی، قادری، مجددی وغیرہ) کی طرح یہ بھی کوئی فرقہ ہے۔ کلکتہ پہونچ کر ۱۹۶۰ء کے بعد معلوم ہوا کہ قادیانیوں اور مسلمانوں میں مناظرہ ہوا ہے جس کو غیر ضروری سمجھ کر میں اس سے الگ رہا حالانکہ میرے ساتھی علماء اس میں شریک ہوتے رہے لیکن مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اتفاق سے مولانا لال حسین اختر مشہور عالم کو کلکتہ بلایا گیا اور وہ دو ماہ کلکتہ میں ہماری ہی بلڈنگ میں مقیم تھے ان کے پاس جاتا تھا اور وہاں بعض قادیانی کتابیں دیکھتا تھا جن کو میں نے دین کے اصول کے خلاف سمجھا۔ اس کے بعد پھر ایک خاموشی کا وقفہ رہا۔

۱۹۶۳ء میں ایک بنگالی مولوی عبدالحنان عبقری نامی شخص سے ملاقات ہوئی اور اس کی گفتگو کا مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ میں اس کے یہاں آنے جانے لگا وہ کلکتہ سے دور مٹیا برج کے آگے بڑتلہ میں رہتا تھا اور میں کافی متاثر ہوا کہ اس سے مرید ہونے کے لیے سوچنے لگا۔

اپریل ۱۹۶۳ء کے قریب ایک ملاقات میں ان سے پوچھا کہ آپ مولانا تھانوی کے خلفاء میں ہیں یا ان سے بیعت ہیں؟ اس کا جواب ٹال کر ختم نبوت پر ایک تقریر کی، میرے ساتھ میرے دوست مولانا معصومی صاحب بھی تھے جو ہمیں ناپسند ہوئی، لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے ہم نے رخصت چاہی اور یہ طے ہوا کہ آئندہ نشست میں اس موضوع پر گفتگو ہو گی چھ ماہ گذر گئے اور ملاقات کا موقع نہ مل سکا۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء میں معلوم ہوا کہ عبدالحنان عبقری قادیانی ہو گیا ہے اپنے تعلق کی وجہ سے میں نے سخت انکار کیا کہ ایسا ہو نہیں سکتا اور دو تین دن میں میں نے فیصلہ کیا کہ مجھ سے گہرا تعلق ہے خود اس سے جا کر ہی کیوں نہ معلوم کروں اور دوسروں سے جھگڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے چنانچہ میں گیا اور گفتگو کی تو انھوں نے صریح جواب کے بجائے مرزا کے فضائل اور کارنامے گنوائے اور یہ کہ ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے اور اس پر کافی مباحثہ کے لیے تیار ہیں۔

میں نے صرف ایک ہی بات کہی، اگر مرزا جی مومن ہیں تو ان کے ہزاروں گناہ معاف ہیں اور اگر ایمان نہیں تو تمام فضائل خاک ہیں اور وہ ذرہ برابر فضیلت کے مستحق نہیں" بات ایمان اور عدم ایمان پر ٹھہری اور دوسری نشست کے لئے ہم لوگ اٹھ گئے، انھوں نے مجھے "نور الحق" "حمامۃ البشریٰ" وغیرہ مرزا کی کتابیں دیں کہ ان کا مطالعہ کیجئے، میں لایا اور چند صفحات سے ہی اندازہ ہو گیا کہ کتاب پڑھنے کے قابل ہی نہیں اور اسی طرح میں دو ہفتہ بعد ان کے یہاں پہونچ گیا، عصر سے قبل ان کا کلام جاری ہوا اور عصر کا وقت ہوتے ہی ہم لوگ مسجد میں نماز کے لئے چلے آئے۔ بعد عصر پہونچتے ہی میں نے عبقری سے پوچھا کہ آپ کی عمر کیا ہے؟ کہنے لگے عمر نہیں بتاؤں گا (اتباع مرزا کی عظیم الشان مثال) اس لئے کہ اگر دوسرے کا اندازہ اس سے کم یا زیادہ ہو گا تو مجھ کو جھوٹا قرار دے گا میں عمر نہیں بتاؤں گا گفتگو آگے بڑھی میں نے کہا کہ پوری گفتگو صرف دو لفظوں میں محدود رہے گی، ایمان اور کفر اور صرف دو آدمیوں کے درمیان محدود ہو گی میں خود اور مرزا جی اس پر اتفاق کے بعد میں نے اپنے سے ہی گفتگو شروع کی، میرا عقیدہ ہے" الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینًا" انھوں نے ٹوکنا چاہا تو میں نے کہا کہ میرا عقیدہ ہے، آپ سن لیجئے پھر فیصلہ کیجئے، اس تفصیل کے بعد میں نے پوچھا کہ ایسے عقیدہ والے کو مرزا جی کیا کہیں گے مسلمان یا کافر؟ کہا کہ مسلمان ہی کہا جاوے گا میں نے کہا مرزا جی مجھے کافر کہتے ہیں۔ اسی لئے مرزا جی میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے وغیرہ آپ بھی میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، مرزا جی نے اپنے بڑے صاحبزادے شریف احمد کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی کیونکہ وہ ان کو نبی نہیں مانتا تھا۔

سر ظفر اللہ خاں نے قائد اعظم محمد علی جناح کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی اور بھی بہت مثالیں ہیں آخر ہم میں کیا عیب ہے۔ یہاں پر قادیانی اور احمدی کا فرق بھی ظاہر کرنا ضروری ہے، اگرچہ اب خلط مبحث میں قادیانی اپنے کو احمدی ہی کہتے ہیں قادیانی وہ ہیں جو مرزا کی نبوت کے قائل ہیں اور احمدی لاہوری جماعت وہ کہلاتے ہیں جو مرزا کو نبی نہیں مانتے بلکہ مجدد مانتے ہیں، ایک مرتبہ مرزا بشیر الدین محمود سے پوچھا گیا تھا کہ احمدی لاہوری کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے تو اس نے جواب دیا تھا کہ افضل کی نماز مفضول کے پیچھے جائز نہیں ہے جو نبی مانتے ہیں وہ افضل ہیں اور جو مجدد مانتے ہیں وہ مفضول ہیں۔ اس طرح احمدی لاہوری بھی قادیانیوں کے نزدیک کافر ہیں۔

اس کے بعد میں نے مرزا جی کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کیا ہیں؟ مومن یا کافر؟ انھوں نے کہا وہ ایک عالم ہیں، میں نے کہا کہ ہمارے درمیان صرف دو لفظوں پر اتفاق تھا آپ نے تیسرا لفظ استعمال کیا ہے، بہر حال وہ عالم بھی نہیں اس کے لئے صحیح لفظ عدو اللہ عدو الرسول، عدو الدین ہی صحیح ہے۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہوئے بھی حق کا انکار کرتا ہے، حیات عیسیٰ علیہ السلام پر اس کو اعتراض ہے کہ وہ دو ہزار سال کیسے زندہ رہ سکتے ہیں اور کیا کھاتے پیتے ہیں وغیرہ، مجھے تو تعجب ہوتا ہے کہ دو ہزار سال زندہ رہنا تو خلاف عقل ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جو ان سے بھی ایک ہزار سال پہلے ہیں وہ تین ہزار سال کیسے زندہ ہیں؟ مرزا جی جواب دیں جنہوں نے "نور الحق" ص ۱۵۱ پر لکھا ہے۔ ان اللہ افترض علینا۔

جواب مرزا جی کو دینا ہے وہ تو ہر اس عقیدہ اور یقین کی مخالفت کرتے ہیں جو اسلام میں ہے اور خود اس سے عجیب کا حکم دیتے ہیں وغیرہ، اب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ پکا قادیانی مبلغ ہے، اس کے خلاف کوشش کی گئی اور ایک بہت بڑا جلسہ اس علاقہ میں کیا گیا جس میں اس کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا گیا، کافی نشستیں ہوئیں اور قادیانیوں نے مجھے گھیرنا شروع کیا مختلف موقعوں پر میں نے اپنی تقریروں میں کہا کہ مرزا جی کے پاس کافی مال و دولت تھا اور استطاعت بھی، پھر وہ حج کو نہیں گئے یہ ایک چیلنج تھا جس کو میں اعلان کرتا تھا، قادیانیوں نے اس کا عملی جواب یہ دیا کہ ۱۹۷۵ء کے حج میں علی الاعلان سولہ احمدی حج کے لئے تیار ہوئے اور "بدر" میں ان کے ناموں کا اعلان کیا گیا، کلکتہ کے مسلمانوں نے مجھے تیار کیا کہ میں ان کو حج سے روکوں، اس کے لئے میں ندوہ آیا اور مولانا علی میاں صاحب مدظلہ سے رجوع کیا، ان کا اشارہ تھا کہ شاہ فیصل مرحوم کو خط لکھوں اور کوشش کروں چنانچہ وہ خط لکھا گیا اور شاہ فیصل مرحوم کو روانہ کیا گیا۔ اس کے بعد عملی جد و جہد کے لئے مجھ کو بمبئی بھیجا گیا کہ وہاں سے کوشش جاری رکھوں، بمبئی پہونچ کر میں نے سربراہان جمعیات اسلامیہ سے ملاقاتیں کیں ہر طرف سے مایوسی کے سوا کچھ نہ ملا، جماعت اسلامی خلافت کمیٹی زکریا مسجد کے امام اور جمعیۃ علماء ہند کے ذمہ دار وغیرہ، بعض نے تو مجھے برا بھلا بھی کہا مگر مجھے اپنی دیوانگی میں جواب دینے کی فرصت نہیں تھی۔

تین دن کی پریشانی اور تگ و دو کے بعد جب مایوسی نظر آ رہی تھی تو خبر ملی کہ مولانا علی میاں صاحب مدظلہ رابطہ عالم اسلامی کے جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں اور بمبئی سے گذریں گے شاہ فیصل کے نام کا خط چھپوا لیا گیا تھا اس کو بھی حجاز بھیجنا تھا، مولانا کی تلاش میں نکلا معلوم ہوا کہ مولانا تبلیغی جماعت کی مسجد میں ٹھہرتے ہیں، مسجد تلاش کی اور پہونچتے پہونچتے عصر کی نماز ہو چکی تھی نمازی نکل رہے تھے اور میں ہر ایک سے پوچھ رہا تھا مولانا کب تشریف لا رہے ہیں؟ (بقیہ ص ۱۳)

(چھٹی قسط)

نذر الحفیظ ندوی ازہری

مغربی میڈیا اور اس کے اثرات

عالمی یہودی صحافت پر ایک نظر

یہودی دانشوروں نے اپنے بارہویں پروٹوکول میں ادب اور صحافت کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہوئے دعوی کیا تھا کہ "ہماری حکومتوں کی یہ کوشش ہوگی کہ وہ میڈیا کے بڑے حصہ پر قابض ہو جائے" اگر غیر یہودی دس اخبار و رسائل نکالیں گے تو ہم ان کے مقابلہ میں تیس اخبار و رسالے نکالیں گے اور لوگوں کو اس بات کا اعتراف کرنا ہوگا کہ ہم یہودی ہی میڈیا پر قابض ہیں اور اس کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ میڈیا کے ذریعہ ہم غیر یہودیوں کو ایسے جال میں پھنسا دیں گے جن کا انھیں تصور بھی نہ ہوگا۔"

برطانیہ، فرانس اور امریکہ کی میڈیا پر یہودی تسلط کی داستان ہم نے اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ لیکن یہودی میڈیا کی شہنشاہی یورپ و امریکہ کے ان ہی تین ملکوں تک محدود نہیں ہے بلکہ دنیا کے تمام ہی براعظموں کی راجدھانیوں اور مشہور و غیر مشہور شہروں تک اس کی فرماں روائی ہے اور یہ بارہویں دستاویز کا عملی ثبوت ہے ذیل میں ہم پوری دنیا میں یہودی صحافت کے وجود کے متعلق ایک اجمالی جائزہ پیش کر رہے ہیں۔ یہ اعداد و شمار دس سال پہلے کے ہیں۔ میڈیا میں ٹی وی، ریڈیو، سینما اور ڈرامے سے صرف نظر کر کے ہم نے صرف نیوز ایجنسیوں، روزناموں، سہ روزہ، ہفت روزہ، پندرہ روزہ ماہناموں، سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ نکلنے والے اخبارات و رسائل عبرانی، فرنچ، یدیشی (یورپین یہودیوں کی زبان) جرمن اور انگریزی، روسی، فرینچ اور مقامی زبانوں میں نکلتے ہیں۔

(۱) آسٹریا:- روزنامے ۲۔ ہفت روزہ ۸۔ ماہنامے ۳۔ = ۱۳

(۲) بلجیم:- روزنامے ۳۔ سہ روزہ ۲۔ ہفت روزہ ۴۔ ماہنامے ۳۔ = ۱۲

(۳) بلغاریہ:- روزنامہ ۱۔ ہفت روزہ ۲۔ ماہنامہ ۱۔ = ۴

(۴) چیکوسلواکیہ:- روزنامہ ۱۔ ہفت روزہ ۲۔ ماہنامے ۲۔ = ۵

(۵) ڈنمارک:- روزنامے ۲۔ ہفت روزہ ۳۔ ماہنامے ۳۔ ششماہی ۲۔ سالانہ ۲ = ۱۲

(۶) فرانس:- نیوز ایجنسیز ۳۔ روزنامے ۸۔ ہفت روزہ ۱۴۔ پندرہ روزہ ۹۔ ماہنامے ۳۰۔ سہ ماہی ۴۔ ششماہی ۸۔ غیر مستقل ۱۴ = ۸۰

(۷) جرمنی:- روزنامے ۲۔ ہفت روزہ ۳۔ سہ ماہی ۲۔ ماہنامے ۲۔ پندرہ روزہ ۲ = ۱۳

(۸) برطانیہ:- نیوز ایجنسیز ۸۔ روزنامے ۱۵۔ ہفت روزہ ۱۸۔ پندرہ روزہ ۶۔ ماہنامے ۱۵۔ دوماہی ۱۲۔ سہ ماہی ۱۶۔ ششماہی ۱۴۔ سالانہ ۸ = ۱۱۲

(۹) یونان:- روزنامے ۳۔ ہفت روزہ ۲۔ پندرہ روزہ ۳۔ ماہنامہ ۲ = ۱۰

(۱۰) ہالینڈ:- روزنامہ ۱۔ ہفت روزہ ۴۔ ماہنامے ۲ = ۷

(۱۱) اٹلی:- روزنامے ۲۔ ہفت روزہ ۲۔ پندرہ روزہ ۲ = ۶

(۱۲) ھنگری:- روزنامے ۲۔ ہفت روزہ ۲۔ ماہنامے ۳ = ۷

(۱۳) ناروے:- روزنامے ۳۔ ہفت روزہ ۴۔ پندرہ روزہ ۳۔ ماہنامے ۴ = ۱۴

(۱۴) پولینڈ:- روزنامے ۳۔ ہفت روزہ ۶۔ سہ روزہ ۲۔ ماہنامے ۴۔ سہ ماہی ۶ = ۲۱

(۱۵) رومانیہ:- روزنامے ۲۔ ہفت روزہ ۴۔ پندرہ روزہ ۲۔ ماہنامہ ۳۔ ششماہی ۲ = ۱۳

(۱۶) روس:- روزنامے ۶۔ ہفت روزہ ۸۔ سہ روزہ ۴ = ۱۸

(۱۷) سویڈن:- روزنامے ۲۔ سہ روزہ ۲۔ ہفت روزہ ۴۔ ماہنامے ۵ = ۱۳

(۱۸) سوئٹزرلینڈ:- روزنامے ۲۔ ہفت روزہ ۴۔ ماہنامے ۴۔ سہ ماہی ۶۔ پندرہ روزہ ۴ = ۲۰

(۱۹) ترکی:- ہفت روزہ ۸۔ ماہنامے ۲ = ۱۰

(۲۰) یوگوسلاویہ:- ہفت روزہ ۴۔ ماہنامے ۲ = ۶

(۲۱) الجزائر:- ہفت روزہ ۲۔ ماہنامے ۳۔ سالانہ ۴ = ۹

(۲۲) کینیا:- ہفت روزہ ۲۔ ماہنامے ۳ = ۵

(۲۳) مراکش:- ہفت روزہ ۲۔ ماہنامے ۲۔ سالانہ ۴ = ۸

(۲۴) جنوبی افریقہ:- نیوز ایجنسیز ۲۔ روزنامے ۲۔ ہفت روزہ ۸۔ پندرہ روزہ ۴۔ ماہنامے ۳۲۔ دوماہی ۶۔ سہ ماہی ۵۔ غیر مستقل ۴۔ سالانہ ۸ = ۶۱

(۲۵) جنوبی رھوڈیشیا:- روزنامہ ۱۔ ہفت روزہ ۲۔ ماہنامے ۳ = ۶

(۲۶) ھندوستان:- پندرہ روزہ انگریزی ۱ ماہنامے (انگریزی) ۳ = ۴

(۲۷) ایران:- ہفت روزہ ۱۔

(۲۸) اسرائیل:- نیوز ایجنسیز ۳۔ روزنامے (صبح ایڈیشن) ۲۲۔ روزنامے (شام ایڈیشن) ۶۔ سہ روزہ ۲۲۔ ہفت روزہ ۸۲۔ پندرہ روزہ ۲۷۔ ماہنامے ۱۱۔ دوماہی ۶۔ سہ ماہی ۴۲۔ غیر مستقل ۸۸۔ سالانہ ۳۴ = ۳۴۲

(۲۹) فلپائن:- روزنامے ۲۔ ہفت روزہ ۲۔ ماہنامے ۳۔ سہ ماہی ۲ = ۹

(۳۰) سنگاپور:- روزنامے ۲۔ ہفت روزہ ۴۔ ماہنامے ۲۔ سہ ماہی ۲ = ۱۰

(۳۱) آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ:- روزنامے ۸۔ ہفت روزہ ۱۵۔ ماہنامے ۲۲۔ سہ ماہی ۶۔ نیوز ایجنسیز ۴ = ۵۵

(۳۲) کینیڈا:- نیوز ایجنسیز ۲۔ روزنامے ۶۔ ہفت روزہ ۱۴۔ پندرہ روزہ ۲۔ ماہنامے ۱۳ = ۳۷

(۳۳) ریاست ھائے متحدہ امریکہ:-

پوری ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے مجموعی طور پر ایک ہزار سات سو انسٹھ روزنامے اور چھ سو اڑسٹھ ہفت روزہ رسالے شائع ہوتے ہیں، ماہنامے پندرہ روزہ، سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ میگزین ان کے علاوہ ہیں جن کی طرف ہم نے اشارے کیے ہیں نیویارک ٹائمز، واشنگٹن پوسٹ، وال اسٹریٹ جرنل ڈیلی نیوز، سن ٹائمز، دستار لیجر، نیویارک پوسٹ شکاگو سن ٹائمز، ایریزونا نیوز، ٹائم، نیوز ویک، ریڈرز ڈائجسٹ جیسے روزنامے اور ہفت روزہ اور ماہنامے عالمی شہرت اور حیثیت رکھتے ہیں اور انگریزی میں شائع ہوتے ہیں اور پوری دنیا میں پڑھے جاتے ہیں ہم یہاں ان امریکی روزناموں اور ہفت روزہ رسالوں، ماہناموں، سہ ماہی و ششماہی اور سالانہ رسالوں کی اجمالی تعداد پیش کر رہے ہیں جو یورپی النسل یہودیوں کی زبان یدیش اور عبرانی میں امریکہ سے شائع ہوتے ہیں، بالفاظ دیگر صرف امریکہ کی قومی زبان انگریزی ہی میں یہودیوں نے اخبارات و رسالے نہیں نکالے بلکہ اپنی قومی زبان کو بھی غیر معمولی اہمیت انھوں نے دی ہے۔

نیوز ایجنسیاں ۸۔ روزنامے ۳۔ (ایک یدیش اور دو عبرانی میں) ہفت روزہ رسالے ۹۲ پندرہ روزہ رسالے ۹۴۔ ماہنامے ۹۶۔ دوماہی و سہ ماہی ۴۸۔ ششماہی، سالانہ، غیر مستقل ۶۸ = ۴۰۹

نوٹ:- ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ صرف یہودیوں کی ایک فیملی - نیوہاؤس، فیملی گروپ اڑتالیس روزناموں اور بیس مشہور ہفت روزہ رسالوں کا مالک ہے۔ یہ اعداد و شمار شمالی امریکہ کے ۸۹ شہروں سے شائع ہونے والے اخبارات و رسائل کے ہیں، اور صرف دو زبانوں یدیش اور عبرانی کے۔

(۳۴) وسطی اور جنوبی امریکہ:-

نیوز ایجنسی ۴۔ روزنامے ۸۔ سہ روزہ ۱۲۔ ہفت روزہ ۱۹۔ پندرہ روزہ ۲۲۔ ماہنامے ۶۳۔ سہ ماہی ۱۲۔ ششماہی ۳۸۔ غیر مستقل ۶۴۔ سالانہ ۳۴ = ۲۷۷

جنوبی اور وسطی امریکہ کے تیس شہروں سے یہ اخبارات اور رسالے یدیش، عبرانی، پرتگالی، اسپینی اور جرمن زبانوں میں شائع ہوتے ہیں۔

(۳۵) ویسٹ انڈیز:- اور وگوائے اور وینزویلا سے مجموعی طور پر تین روزنامے، دس ہفت روزہ، آٹھ پندرہ روزہ، بارہ ماہنامے، چار سہ ماہی۔ یدیش اور عبرانی میں شائع ہوتے ہیں۔ (۳۷)

امریکہ و برطانیہ سے شائع ہونے والے اخبارات و رسائل کی بڑی تعداد پر یہودی قابض ہیں جن اخبارات و رسائل پر براہ راست ان کا قبضہ نہیں ہے ان پر یہودی اشتہارات کا دباؤ ہے۔ دو سال قبل ساٹھ امریکی روزناموں کا تحلیل و تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا کہ اڑتیس اخبارات روزانہ مجموعی طور پر تین سے سات کالم تک یہودی پروپیگنڈے کے لیے وقف رکھتے ہیں، آٹھ امریکی روزنامے یہودیوں سے متعلق تمام خبریں، تجویزیں، تصویریں، اداریے، تبصرے اور تاثراتی کالم اور مضامین کلی طور پر بغیر کسی ترمیم کے اپنے صفحات میں شائع کرتے ہیں، حالانکہ یہ اخبارات یہودیوں کی ملکیت نہیں ہیں بلکہ یہودی اشتہارات کے دباؤ کی بنا پر وہ ایسا کرتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

(بقیہ)

انسانیت کی تعمیر

صحافت اسلامی کے حلقوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس میدان میں بھرپور ثقافتی ذرائع کا استعمال کر کے اس صحافت کو فروغ دیں۔ عام قارئین کے دلوں کو اس کی طرف راغب کریں، ساتھ ہی ان کی اخلاقی و فکری رہنمائی کریں اور ان کو اس اصل صورت حال سے روشناس کرائیں جس سے مسلمان مختلف مقامات پر نبرد آزما ہیں۔ خاص طور سے ان دل سوز حالات اور انسانی مسائل کی کثرت کی طرف توجہ مبذول کرائیں جن کا مسلمانوں کو دنیا کے مختلف علاقوں میں اس وقت شدت سے سامنا ہے ***

رپورٹ

نذرالحفیظ ندوی ازہری

گیارہواں اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

بتاریخ ۲۱/۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ مطابق ۹/۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ عیسوی

بمقام جے پور

بمبئی، کلکتہ، مدراس، کانپور اور دہلی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے کامیاب جلسوں کے بعد ادھر دو تین سال سے جے پور کے مسلمانوں کی طرف سے برابر کوشش ہو رہی تھی کہ بورڈ کے جلسہ کی میزبانی کا انھیں موقع دیا جائے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب مجددی دامت برکاتہم کی تحریک اور ان کا ایما اس دعوت میں کام کر رہا تھا، بالآخر یہ مبارک دعوت قبول کر لی گئی۔ بورڈ کے ذمہ داروں میں مولانا سید نظام الدین صاحب، مولانا ولی رحمانی صاحب اور مولانا مجاہد الاسلام متعدد بار جے پور اجلاس کی تیاری کے سلسلہ میں تشریف لے گئے، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب مدظلہ نے بنفس نفیس متعدد مقامات کا دورہ کیا اور اپنے اہل تعلق کو اس طرف متوجہ فرمایا۔ ذیلی کاموں کی تکمیل شاہ صاحب کے صاحبزادوں نے مزید اسفار اور ٹیلیفونوں کے ذریعہ کی۔ جے پور کے مسلمانوں کا سرگرم اور مخلصانہ تعاون قدم قدم پر حاصل رہا جو دین و شریعت سے ان کے غایت درجہ تعلق اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذمہ داروں پر بھرپور اعتماد کی دلیل ہے۔

۹ اکتوبر شنبہ سے جلسہ ہونے والا تھا لیکن ایک دن پہلے ہی جمعہ کی شام تک قریباً تمام شرکاء پہونچ گئے تاکہ ایک شب آرام کے بعد وقت پر جلسہ میں شرکت کر سکیں۔

۹ اکتوبر بروز شنبہ بورڈ کے ارکان تاسیسی کی ایک خصوصی نشست مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی صدارت میں اس مقصد سے ہوئی کہ جن ارکان کی وفات سے جگہیں خالی ہو گئی ہیں ان کو پُر کر دیا جائے۔ دستوری اعتبار سے اس نشست میں صرف تاسیسی ارکان ہی شریک ہو سکتے تھے۔ اس کام کی تکمیل کے بعد بورڈ کے ارکان کی خصوصی نشست جامعۃ الہدایہ کے مرکزی ہال میں ہوئی۔ یہ میٹنگ ۹ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہی، اس کے بعد متصلاً ہی افتتاحی جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں ارکان بورڈ کے علاوہ خصوصی مدعوئین شریک ہوئے۔ مولانا مجاہد الاسلام نے بورڈ کے گیارہویں اجلاس کے مقاصد، اہمیت اور تعارف پر ایک موثر اور طاقتور تقریر کی، اس کے بعد مجلس استقبالیہ کے کنوینر مولوی محمد فضل الرحیم مجددی ندوی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا، تمہیدی کلمات میں انھوں نے اپنے والد ماجد، اس اجلاس کے داعی اور روح رواں مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب مدظلہ کی علالت کا تذکرہ کیا تو ان کی آواز گلوگیر ہو گئی اور سامعین بھی متاثر ہوئے۔ اس وقت صدر جلسہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے شاہ صاحب کی صحت کاملہ اور شفائے عاجلہ کے لیے دعا فرمائی، اس کے بعد خطبہ استقبالیہ پڑھا گیا۔

بورڈ کے صدر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنا خطبہ صدارت پڑھا۔

افتتاحی جلسہ دو بجے ختم ہوا، نماز ظہر، کھانا، پھر آرام، عصر بعد پھر ارکان بورڈ کی نشست ہوئی جو نماز مغرب کے مختصر وقفہ کے بعد پھر عشاء تک جاری رہی، اس طویل نشست میں بابری مسجد کے قضیہ پر تفصیل سے گفتگو ہوئی۔ اس قضیہ سے متعلق جو حضرات ذمہ دار تھے انھوں نے اپنی رپورٹ پیش کی اور آئندہ نئے اقدامات سے متعلق رہنمائی کی درخواست کی۔

دوسرے دن خصوصی نشست ساڑھے آٹھ سے گیارہ بجے تک ہوئی جس میں تجاویز کو آخری شکل دی گئی۔ اس کے بعد ارکان اور مدعوئین خصوصی کی عمومی نشست ہوئی جس میں صحافی بھی شریک ہوئے۔ اس نشست میں تجاویز سنائی گئیں، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ہندوستان کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے بورڈ کے ارکان اور خصوصی مدعوئین کا شکریہ ادا کیا اور انھیں واپس جا کر اصلاح معاشرہ کی تحریک میں سرگرم عمل ہونے اور ملی و دینی مسائل کے سلسلہ میں باخبر اور بیدار رہنے اور نئی نسل کی حفاظت کے لیے جدوجہد اور قربانی سے کام لینے کا پیغام دیا۔

۱۰ اکتوبر کی شب میں رام لیلا گراؤنڈ میں جلسۂ عام کا بڑے پیمانہ پر انتظام کیا گیا تھا اس جلسہ سے تقریباً بورڈ کے تمام اہم رہنماؤں اور نمائندوں نے خطاب کیا۔

جے پور اجلاس کی خصوصیات

۶ دسمبر کے منحوس واقعہ کے بعد ہندوستانی مسلمانوں پر جو کیفیت گذری اور جن قیامتوں سے یہ ملت گذری۔ اس نے مستقبل کی طرف سے ان کو مضطرب اور بے چین کر دیا تھا، نئے پیغام اور نئی جدوجہد کے لیے ہندوستانی ملت اسلامیہ کے نمائندے جے پور کے اجلاس میں اس امید کے ساتھ شریک ہو رہے تھے کہ انھیں یہاں سے فکری غذا اور نئی رہنمائی ملے گی۔

پورے ملک میں اکثریت اور اس کی میڈیا نے ایک اور تین طلاق کی بحث کو نئی بوتل میں پرانی شراب پیش کر کے امت مسلمہ کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی سر توڑ کوشش کی، اکثریت کے ساتھ "بعض ناعاقبت اندیش دانشوروں" کو توقع تھی کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کا شیرازہ بکھر جائے گا، بالفاظ دیگر بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹے گا مگر ان کی سعی نامشکور کو چائے کی پیالی میں طوفان سے بھی تعبیر نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ جے پور اجلاس کی خصوصی نشستوں میں بحث و مناقشوں اور منظور شدہ قرارداد و تجاویز سے ظاہر ہوتا ہے۔

اجلاس میں مسلمانوں کے مختلف طبقات کی بھرپور نمائندگی تھی اور تمام ارکان بورڈ کی نشستوں میں اول سے آخر تک شریک رہے اور بڑی دلچسپی سے مناقشوں میں انھوں نے پورا حصہ لیا۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب مجددی دامت برکاتہم نے جے پور کے مسلمانوں کی طرف سے اس اجلاس کی دعوت دی تھی۔ شاہ صاحب نے اپنے مریدین اور اہل تعلق کو اس اجلاس کو کامیاب بنانے کے لیے بنفس نفیس متوجہ کیا، مختلف مقامات پر تشریف لے گئے، اس غیر معمولی جدوجہد اور فکرمندی نے شاہ صاحب کو بیمار ڈال دیا۔ جن دنوں اجلاس ہوا وہ جے پور سے دور بمبئی کے ہسپتال میں بستر علالت پر تھے، اجلاس کے سلسلہ میں ہر لمحہ شاہ صاحب خبر لیتے رہتے، ان کے فرزندوں نے جے پور کے مسلمانوں کے سرگرم اور مخلصانہ تعاون سے اس اہم اجلاس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں بڑا اہم رول ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کو صحت کاملہ اور شفائے عاجلہ عطا فرمائے اور ان کی عمر میں برکت دے۔ (آمین)

اس اجلاس کی خصوصیت جو راجستھان کی تاریخ میں ایک سنگ میل ہے وہ جلسۂ عام کا انعقاد ہے جو رام لیلا گراؤنڈ کے وسیع سبزہ زار پر ہوا، جس میں محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد کا مجمع تھا جو صبر و سکون سے دو بجے رات تک اپنے علماء و قائدین کی تقریریں سنتا رہا۔ جس سلیقہ سے اس جلسۂ عام کا انتظام کیا گیا تھا وہ جے پور کے مسلمانوں کی شائستگی، حسن انتظام، چوکسی، احساس ذمہ داری اور ان سب سے بڑھ کر ان کے اخلاص کا مظہر تھا۔

جے پور کے مسلمانوں نے بڑی فیاضی، سیر چشمی اور حوصلہ مندی سے اجلاس میں شرکت کرنے والے تمام نمائندوں کی دو دن تک بہترین انداز سے مثالی ضیافت کی، کھانوں اور انواع و اقسام کے ناشتوں سے میزبانی کی، اور تمام مہمانوں کو تحفوں کے ساتھ رخصت کیا۔

جامعۃ الہدایہ کی انتظامیہ، اساتذہ اور طلبہ نے شب و روز مہمانوں کے قیام و طعام اور اجلاس کی مختلف نشستوں کے انعقاد کے لیے جلسہ گاہوں کے نظم و اہتمام کے لیے بھرپور کوششیں کیں۔

تجاویز اور قرارداد (تلخیص کے بعد)

● بورڈ نے ملک کے تمام حصوں میں دار القضاء قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ خاندانی جھگڑے اور تنازعات دار القضاء میں لے جائیں اور اس کے فیصلوں کی پابندی کریں۔

● بورڈ نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ مسلم خواتین کو اسلامی قوانین کے تحت جو مراعات اور حقوق حاصل ہیں، ان کے متعلق عورتوں کا ایک سیل قائم کیا جائے، جو ان خواتین کو بنیادی معلومات فراہم کرے یہ سیل مسلمان خواتین کو اس بات کے لیے آمادہ کرے گا کہ وہ شریعت کا تحفظ کریں۔

● بورڈ نے اپنی کمیٹیوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اصلاح معاشرہ کا کام تیز کر دیں تاکہ مسلم معاشرہ کی خرابیاں دور ہوں۔

● بورڈ کی میٹنگ میں ائمہ مساجد کی تنخواہوں کے تعین سے متعلق سپریم کورٹ کے فیصلہ پر غور ہوا اور اس ضمن میں یہ رائے ظاہر کی گئی کہ اماموں کے وقار کے منافی ہے کہ وہ سرکار کا تنخواہ دار ملازم بن جائیں، ایسا کرنے سے مساجد سرکاری کنٹرول میں آجائیں گی جو بورڈ کو ہرگز منظور نہیں۔ البتہ وقف بورڈوں کو چاہیے کہ وہ ائمہ کی تنخواہوں میں اضافہ کرنے کے لیے اقدامات کریں۔

● بورڈ نے اپنے تمام ایک سو اکیاون ارکان سے کہا ہے کہ وہ ۶ دسمبر کے دن دہلی میں موجود رہیں، تاکہ وزیر اعظم سے ملاقات کر کے ان کے سامنے مسجد کی شہادت پر ہندوستانی مسلمانوں کی ناراضگی ظاہر کی جائے، اور یہ مطالبہ کیا جائے کہ آرڈی ننس میں مناسب ترمیم و تنسیخ کے بعد آئین کی دفعہ ۱۴۳ کے تحت بابری مسجد کا جو معاملہ سپریم کورٹ کو سونپا گیا ہے اسے واپس لیا جائے۔

● بورڈ نے ایک قانونی کمیٹی کی تشکیل کی ہے جو پارلیمنٹ، ریاستی مجالس قانون ساز میں پیش ہونے والے مسودات قانون اور گشتی احکامات کا جائزہ اس نقطۂ نظر سے لے گی کہ اس سے مسلم پرسنل لا پر کیا اثر پڑتا ہے (باقی صفحہ ۳۳ پر)

مختصر عالمی خبریں

معین اشرف ندوی

• کوالالمپور میں واقع بین الاقوامی یونیورسٹی نے اپنے ساتویں پنجسالہ منصوبے کے تحت ایک اسلامی میڈیکل کالج قائم کرنے کا اعلان کیا ہے اس میڈیکل کالج میں اسلامی طبی علوم کی تدریس کا انتظام ہوگا۔ جس کا مقصد قرآن مجید پر مبنی طبی علوم کو فروغ دینا ہے

• مقبوضہ فلسطین میں صہیونیوں کی ایک نئی متشدد تنظیم وجود میں آئی ہے جس کا مقصد ان اسرائیلی حکام اور وزرا کو قتل کرنا ہے جنھوں نے حال ہی میں پی ایل او سے معاہدہ کیا ہے۔

• اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل نے کہا ہے کہ امریکہ کو دنیا میں پولیس مین کا رول انجام نہیں دینا چاہیئے بلکہ اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ اقوام متحدہ کا تعاون کرے فرانس اور جرمنی جیسے بڑے مغربی ممالک پوری دنیا کی نگرانی کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے اپنے اندرونی مسائل کی طرح توجہ دیتے ہیں اس سے امریکی حکومت کو سبق لینا چاہیے۔

• یوگنڈا کے مسلمانوں نے یوگنڈا اسلامک پارٹی کے نام سے اپنی سیاسی جماعت قائم کرلی ہے جو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تصور کی جاتی ہے واضح رہے کہ ملک کی ایک کروڑ ستر لاکھ آبادی میں دس فیصد سے زائد مسلمان ہیں۔

• سعودی عرب میں واقع ہندوستانی کونسل خانے کی ایک اطلاع نامے کے مطابق آئندہ سال موسم حج کے دوران ہندوستانی حجاج کو مکہ، مدینہ اور جدہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کے یہاں قیام کی اجازت ہوگی بشرطیکہ ان کے رشتہ دار اپنے یہاں قیام کی سہولت دینے کی غرض سے جدہ کونسل خانے میں درخواست دیں توقع ہے کہ اس سے ہندوستانی حجاج کرام کو اپنا قیمتی زر مبادلہ بچانے میں مدد ملے گی

• روس نے ایک صدارتی فرمان کے تحت روسیوں کو زمین کی خرید فروخت کی اجازت دے دی ہے۔ واضح رہے کہ ۱۹۱۷ء کے کمیونسٹ انقلاب کے بعد تمام زمین منضبط کرکے حکومت کی ملکیت قرار دے دی گئی تھیں۔

• برطانیہ کے سنڈے ٹیلی گراف میں شائع شدہ ایک رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ۱۹۸۹ء میں بیس ہزار تک پہنچ جانے کے بعد سے اب تک مزید پندرہ ہزار برطانوی سفید فام اسلام کی آغوش میں پناہ لے چکے ہیں اسلام کے ان حلقہ بگوشوں کا دعویٰ ہے کہ ان کے مسلمان بننے کے محرکات سیاسی کے بجائے صرف روحانی اور حق کی تلاش ہے۔

• اسلامی ترقیاتی بینک نے اعلان کیا ہے کہ خلیجی اور دیگر اسلامی ممالک میں بحری آبی وسائل وزراعت کی خاطر قابل استعمال بنانے کے لیے نئی تکنیک کی ایجاد کے فروغ کی غرض سے ایک علاقائی مرکز قائم کیا جائے گا۔ اس مرکز کی تعمیر پر تقریباً چالیس لاکھ ڈالر خرچ آئے گا۔ اس زرعی مرکز کا پہلا منصوبہ ساحل سمندر پر واقع سو ہیکٹر کے ایک پلاٹ پر درختوں کے اگانے کا ہوگا، جن کی نشوونما سمندر کے کھاری پانی سے کی جائے گی۔

• امریکہ میں شراب تمباکو اور منشیات کی وجہ سے لاکھوں امریکی ہلاک ہوجاتے ہیں ان بری عادتوں کی وجہ سے ملک اور سماج کے نظام صحت پر خاصہ منفی اثر پڑ رہا ہے۔ اور امریکی معیشت تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے۔

• سعودی عرب کے امام محمد بن سعود یونیورسٹی نے مسلم دنیا کے جغرافیائی انسائیکلوپیڈیا کی تیاری پر کام شروع کردیا ہے اور جلدوں پر مشتمل اس انسائیکلوپیڈیا کی دو جلدیں تیار ہوچکی ہیں۔ ترجمہ اور اشاعتی کاموں میں کچھ دشواریاں آئیں مگر ذمہ داروں نے ان کو دور کردیں۔

(بقیہ) امام بخاری کی تعلیم گاہ

سمرقند میں قدیم مسلم سلطان الغ بیگ کی طرف منسوب نہایت عظیم الشان وسیع اور متعدد عمارتوں پر مشتمل درسگاہ ہے جو اپنے شاندار نقش و نگار کے ساتھ اب بھی ایک پروقار درس ادارہ معلوم ہوتا ہے اب خالی ہے۔ اور سیاحوں کی دلچسپی کے لیے محفوظ ہے۔ بخاریٰ امام بخاری کی جائے پیدائش و وطن ہونے کے ساتھ کئی دیگر خصوصیات کا حامل شہر ہے وہاں وسط ایشیا کی تاحال قائم درسگاہ مدرسہ میر عربؒ ہے جو اپنی عمارتوں کے لحاظ سے تاحال شان و شوکت کا نمونہ ہے اس کے دیوار و در اور عظیم مینار و مسجد سب شاندار نقش و نگار سے آراستہ ہیں اور عظمت کی نشانی معلوم ہوتے ہیں اس میں عربی دینیات کی ہائی اسکول کی سطح تک تعلیم ہوتی ہے۔ طلبا اقامتی کمروں میں رہتے بھی ہیں اس کے علاوہ نقشبندی سلسلہ کے بانی و جلیل القدر بزرگ خواجہ بہاء الدین نقشبند کا وطن بھی یہیں شہر سے متصل ہے جو اس وقت بھی تعلیم گاہ کی ایک شاندار عمارت اور مسجد و دیگر ضروریات کے لحاظ سے عمارتوں پر مشتمل ہے۔

بقیہ۔ قرآنی تعلیمات

سکون کی تلاش میں یہ قوم در در کی ٹھوکریں کھا رہی ہے، یا غریبوں پر ظلم کرکے اپنے خون آشام جذبہ کو تسکین دینے کی کوشش کررہی ہے معاشرتی بندھن ڈھیلا پڑجانے سے ہر ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے، باپ بیٹا، بیوی شوہر جو تسکین جان کے باعث تھے آج کا نوجوان سکون کی تلاش میں انھیں سے فرار اختیار کررہا ہے، جس کی طرف قرآن پاک نے یوں اشارہ کیا ہے:۔

"وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى" (سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۴)

جو شخص میری نصیحت (قرآن پاک) سے اعراض کرے گا تو اس کے لیے (قیامت سے پہلے دنیا و قبر میں) تنگی کا جینا ہوگا۔ اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا کرکے (قبر سے) اٹھائیں گے۔

"تنگ زندگی" افلاس کی علامت قرار دی جاتی ہے، لیکن اس آیت میں "تنگ زندگی" نصیحت ربانی سے اعراض کی سزا قرار دی گئی ہے، اور ان پر اعراض کرنے والے لوگوں کو یہ وعید سنائی گئی ہے حضرت عطاءؒ اور حضرت جبیرؒ جیسے ائمہ مفسرین کی رائے میں "تنگ زندگی" کا تعلق عالم برزخ کے بجائے اسی فانی زندگی سے ہے، معلوم ہوا کہ وسائل راحت اور چیز اور راحت و سکون اور چیز، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے انحراف ایسی زندگی کو دعوت دیتا ہے جس میں زندگی کا کوئی لطف ہے اور نہ موت کا ظاہری سکون، بلکہ ایک ایسا اندرونی کرب جس پر ظاہر سکون کا غازہ چڑھا ہوا ہے، اور وہ اس کرب میں زندگی اور موت کے کشمکش میں مبتلا ہوتا ہے، ارشاد ہے:۔

"ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى" (الاعلیٰ آیت ۱۳)

نہ اس میں وہ مرے گا ہی اور نہ ہی اس میں زندگی کا اسے لطف حاصل ہوگا۔

؎ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

مذکورہ بالا آیتوں پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی زندگی جو لذت آشنا ہو، جس میں زندگی کی حلاوتیں رس گھول رہی ہوں، جس میں رشتوں کی چاشنی ہو، جس میں تعلقات کی خوشگواری ہو، جس میں روحانی سرور اور ذہنی اور فکری بلندی کا نور ہو، اور ہر قسم کی سطحیت، خود غرضی اور جذبہ منفعت سے دور ہو، وہ زندگی مطیعان بارگاہ حق کا حصہ ہے۔

> جو شخص میری نصیحت (قرآن پاک) سے اعراض کرے گا تو اس کے لیے (قیامت سے پہلے دنیا و قبر میں) تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا کرکے (قبر سے) اٹھائیں گے (سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۴)

کافروں پر یہ انعام کیوں؟

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ "تنگ زندگی" کی وعید کے مصداق جب خدا کے نافرمان بندے ہیں تو پھر ان پر اس قدر انعام کیوں ہے، مصاف زندگی میں وہ بہت آگے کیوں ہیں؟ دولت کی فراوانی کا عالم یہ ہے کہ ان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا ہے، تجارتی منڈیاں، اسٹاک ایکسچینج پر ہولڈ، اور دیگر سرچشمہائے حیات پر ان کا کنٹرول ہے، بڑی بڑی حکومتیں ان کی خادم ہیں، لیکن "تنگ زندگی" کا وہ مفہوم جس کا تذکرہ گذر چکا ہے، اگر پیش نظر ہو تو یہ اشکال قطعاً نہیں پیدا ہوسکتا، اور رہی یہ بات کہ ان کو یہ چیزیں کیوں حاصل ہیں، تو حقیقت میں یہ بھی ایک ڈھیل ہے، جسے شریعت کی اصطلاح میں "استدراج" کہا جاتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا حساب یہیں چکتا فرمانے کا اعلان کردیا ہے، ان کی جو کچھ بھی نیکیاں ہوسکتی ہیں ان کا بدلہ ان کو دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے آخرت میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں، اور دنیا کی زندگی ان اسباب تعیش کے باوجود تنگ داماں ہونا نیز پر دے کے مترادف ہے، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خاص نبی سرور انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے واسطے ساری امت مسلمہ کو تنبیہ کرتے ہوئے یہ پیغام دیا کہ:۔

"فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ" (توبہ آیت ۵۵)

ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان "مذکورہ" چیزوں سے دنیوی زندگی میں بھی ان کو عذاب میں رکھیں، اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جائے۔

اس بات کا ماحصل یہ ہے کہ اہل ایمان کو کفار و مشرکین کی چیزوں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے نہیں دیکھنا چاہیے، بلکہ یہ سوچنا چاہیے کہ اس کے مضرات ان کے حق میں بہت خطرناک ہیں، جس کی وجہ سے وہ دو قسم کے عذاب میں مبتلا ہیں، ایک یہ کہ اسباب و وسائل کے باوجود زندگی کے بہت سے ایسے مسائل و مشکلات سے دوچار ہیں جن سے ان کی زندگی تلخ ہے، اور آرام و سکون حرام اور نیند اڑ چکی ہے اور دوسری

بات یہ ہے کہ ان اسباب تعیش اور مال و دولت کی فراوانی نے ابدی زندگی کا شعور ان سے چھین لیا ہے، اور وہ آہستہ آہستہ تباہی کی مہیب وادی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

اس کے برعکس اہل ایمان کو ان کی فروگذاشتوں پر بار بار متنبہ کیا جاتا ہے، کبھی اسباب و وسائل کی کمی، کبھی دشمن کی طرف سے خوف و خطر اور کبھی قیمتی جانوں کے اتلاف سے ان کی آزمائش ہوتی ہے، تاکہ وہ اپنے مالک رب دو جہاں کی طرف متوجہ ہوں۔ اور انابت و خشیت کی زندگی گذاریں، اور صبر و شکیبائی سے کام لیں۔ زندگی کی شاہراہ میں وہی لوگ کامیاب ہیں، اور ہر لمحہ زندگی ان کے لیے کامیابی کی ضمانت ہے۔

(بقیہ) دانشوروں کی ذمہ داری

اور نہ ہی وہ اپنی بالادستی کو کسی پر نافذ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ رہ گئیں دوسری حکومتیں تو وہ تو اور بھی عاجز اور بے دست و پا ہیں، وہ کسی طرح کے نقل و حرکت اور علمیت و فعالیت کی تمام تر توانائیوں سے محروم ہو چکی ہیں۔

ان تمام ترقی یافتہ ملکوں کا سیاسی کھوکھلا پن اسی طرح طشت از بام ہو چکا ہے جس طرح ان کا اخلاقی دیوالیہ پن بھی منظر شہود پر آچکا ہے۔ اور کچھ عجب نہیں کہ ان حکومتوں کے اندر یہ ضعف و ناتوانی بھی جلد سرایت کر جائے کیونکہ وہ شباب کے مرحلے سے گذر کر پیری کے حدود میں قدم رکھ چکی ہیں، آج اقوام متحدہ کی باگ ڈور انہیں انھی کی بڑی طاقتوں کے ہاتھوں میں ہے، جو اس بات کی منتظر ہیں کہ اولو العزم اور صاحب بصیرت افراد ہمت کر کے ان کے اس کھوکھلے پن کو ظاہر کر دیں اور عالمی قیادت میں تبدیلی لائیں، جب تک زمام قیادت مفسدوں کے ہاتھ سے دست و بازو رکھنے والے اور چشم بینا کے مالک افراد کے ہاتھ میں نہیں آجاتے دنیا کا توازن درست نہ ہوگا۔

یہ فرسودہ قیادت اصحاب بصیرت کا راستہ روکنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن ان کے سیاہ کرتوت اور ظالمانہ طرز عمل اور عاقبت نااندیشانہ تدبیریں ان کے انجام کو قریب کر رہی ہیں اور ان کا ظلم و استبداد اور چیرہ دستی و سفاکی اس کی نشاندہی کرتی ہے لیکن اس دردناک انجام کے سامنے آنے، اور متوقع ردعمل کے ظہور پذیر ہونے سے مانع یہ ہے کہ ان کا ان ملکوں کے ذرائع ابلاغ پر مکمل قبضہ ہے جو مسخ حقائق کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دیتا ہے، چنانچہ ذرائع ابلاغ اپنے ملکوں کی برائیوں پر تو پردہ ڈالتے ہیں مگر یورپ کے حدود کے باہر مشرقی ملکوں کی برائیوں پر اپنی تمام توجہات مرکوز رکھتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کا انسان مکر و فریب، غلط فہمی و دسیسہ کاری کی زندگی گذار رہا ہے اور اگر کوئی اہل قلم یا صاحب فکر و نظر اور آزاد ذہنیت کا مالک فرد اس پروپیگنڈہ کے کھوکھلے پن کی پردہ داری کرنے اور عصر حاضر کے فرماں رواؤں کی کمزوریوں پر انگلی رکھنے کی جسارت کرتا ہے تو بہت جلد موت اس کے دروازوں پر دستک دینے لگتی ہے یا وہ کسی سازش کا شکار ہو جاتا ہے

آج انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ ان جابر و ظالم نظاموں کے خود ساختہ اصنام کو منہدم و مسمار کیا جائے جو انسانیت کی تباہی و بربادی ہلاکت خوں ریزی، فتنہ و فسادات کے سوا کچھ نہیں دیتے، اور یہ نظام شمشیر و سنان کی نوک سے نہیں مٹے گا اور نہ ہی اسے میدان جنگ میں شکست دیا جا سکتا ہے، اس کی شہ رگ صرف آبدار اور حریت پسند، تنقید نگار قلم اور مضبوط و پائیدار فکر سے ہی کاٹی جا سکتی ہے جو ان کے مکر و فریب اور کھوکھلے پن کو پوری طرح دنیا کے سامنے واشگاف کر دے۔

اور ان کی وجہ سے دنیا میں جو گمراہیاں یا گمراہ گریاں پیدا ہوئیں یا انھوں نے جس طرح انسانیت کو گمراہیت کے عمیق غار میں پہونچایا وہ سب آشکارا ہو جائے اور ان تمام اہم کاموں کی ذمہ داری انہیں لوگوں پر ہے جو تہذیب و تمدن کے مزاج، اجزائے ترکیبی اور اس کے نمائندوں کی شخصیتوں سے آگاہ ہوں، اور بڑی طاقتوں اور اس کے قائدین و سیاست دانوں سے باخبر ہوں۔ ایسے تمام لوگوں کا فریضہ ہے کہ وہ ان چیزوں کی نقاب کشائی کریں، اور مغرب کے اس طویل عہد میں جو گمراہیاں پھیلائی گئیں ہیں ان کی حقیقت کو واضح کریں تاکہ مغرب کا علمی اور فکری تسلط ختم ہو۔ گذشتہ عہد کی تحریروں کی روشنی میں یہ کام اب بہت آسان ہے اس کے لیے اسلام سے واقفیت رکھنے والے دانشوروں کی ضرورت ہے اور یہی ان کا جہاد ہے،

اعلان

ضرورت اساتذہ

جامعہ اسلامیہ مظفر پور قلندر پور ضلع اعظم گڈھ شاخ دار العلوم ندوۃ العلماء کے لیے دو ایسے استاذوں کی ضرورت ہے جو ادب عربی کا ذوق رکھتے ہوں۔ اور ادبی کتابیں پڑھا سکیں۔

ایک ایسے استاذ کی ضرورت ہے جو مشکوٰۃ شریف پڑھا سکیں۔ دار الافتاء کے لیے فقہ سے مناسبت رکھنے والے ایک عالم دین کی ضرورت ہے تنخواہ کا تعین صلاحیت کے اعتبار سے ہوگا۔

خط و کتابت کا پتہ :-
مہتمم جامعہ اسلامیہ مظفر پور
پوسٹ قلندر پور، اعظم گڈھ (یو۔پی)

مطالعہ کی میز پر

مولانا محمد خالد ندوی

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب :- دعوت کا قرآنی اسلوب
مؤلف :- مولانا محمد حنیف صاحب ملی
ناشر :- مجلس علم و ادب مالیگاؤں
قیمت :- مذکور نہیں، صفحات ۵۶
ملنے کا پتہ :- محمد حنیف ملی، ۴۱ س بیل باغ مالیگاؤں ضلع ناسک 423203 مہاراشٹر

انفس و آفاق میں بکھری ہوئی ایسی بے شمار نشانیاں ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات پر بین دلیل ہیں۔ اور اس سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے اس ذات بے ہمتا نے انسان کو دل و دماغ کا قیمتی عطیہ عنایت فرمایا ہے، لیکن رہنمائی کے لیے شرط یہ ہے کہ ذکر و فکر کی دولت بھی حاصل ہو۔ اور حقیقت میں وہی اہل دانش و بینش ہیں، جو اس نعمت سے فیضیاب ہیں۔

قرآن پاک کا یہ اسلوب فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ معمولی غور و فکر سے بھی خدا کی قدرت، اقتدار اعلیٰ، ہمہ گیری اور حاکمیت کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ پہاڑ، جانور بہتے ہوئے دریا، چلتی ہوئی ہوائیں اور مہر و ماہ و انجم شفق کون و مکاں کی شہادتیں بھی یہی ہیں، قرآن پاک ان چیزوں کا تذکرہ فرما کر مختلف انداز میں اللہ کی محیر العقول کاریگری پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے تاکہ خدا کی وحدانیت اور توحید کا راز اہل عقل پر ظاہر ہو سکے۔

پیش نظر کتابچہ میں اس حقیقت کو مدلل انداز، ادبی اسلوب، عالمانہ انداز بیان میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے انداز بیان بڑا پیارا ہے، مؤلف موصوف جو اس دور کے ان اہل قلم میں سے ہیں جو صرف بحر ادب کے شناور ہی نہیں بلکہ علوم شرعیہ کے رمز شناس بھی ہیں ان کی تحریروں میں ادب کی چاشنی کے ساتھ علم کا آب و تاب اور فقہ و بصیرت کی نیرنگیاں پائی جاتی ہیں۔ دعوتی کاموں میں مصروف اہل علم طبقہ کے لیے یہ کتاب بے حد مفید ہے اور خاص طور سے غیر مسلموں میں کام کرنے والے افراد کے لیے دعوت کی پر پیچ راہوں میں چشم کشا اور بصیرت افروز ہے۔ لیکن ان معنوی خوبیوں کے ساتھ ظاہری محاسن کی لوازمی الگ جی سی طباعت نے دھیمی کر دی ہے۔

غزل

وکیل احمد طاہر قادر آبادی

ہر آدمی سے ملتے رہو سر خوشی کے ساتھ
زندہ رہو جہاں میں ہمیشہ خودی کے ساتھ

یہ ان کا کام ہے کہ جو چاہیں کریں مگر
تم دوستوں کے ساتھ رہو دوستی کے ساتھ

دو دن کی زندگی کو غنیمت سمجھ کے کاٹ
تو زندگی نہ اپنی گنواں تیرگی کے ساتھ

دنیائے رنگ و بو میں انوکھی ہے بوئے دوست
لکھا ہے اس کی قبر پہ حرف جلی کے ساتھ

آپس میں اس طرح سے رہو مل کے دوستو!
کانٹے سلوک کرتے ہیں جیسے کلی کے ساتھ

غیروں کا تذکرہ کریں طاہر تو کیا کریں
اپنے بھی اب تو ملتے ہیں بے گانگی کے ساتھ

محمد طارق ندوی

سوال وجواب

س:۔ مسجد کو شب قدر میں یا اور کسی رات میں قمقموں سے آراستہ کرنا کیسا ہے؟

ج:۔ مسجد کو قمقموں سے آراستہ کرنا خواہ شب قدر میں ہو یا اور کسی شب میں ایسا کیا جائے یہ بدعت ہے مسجدوں کو اس طرح سے سجانا اور اس میں رقم صرف کرنا اسراف میں داخل ہے۔

س:۔ ایک بڑی بستی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ہوتی ہے کیا وہاں دوسری مسجد میں جبکہ لوگ خواہاں ہیں نماز جمعہ قائم کی جاسکتی ہے؟

ج:۔ اگر جامع مسجد اتنی وسیع ہے کہ آسانی سے مصلی اس میں آسکتے ہیں تو پھر دوسری جگہ جمعہ قائم نہ کیا جائے اور اگر مصلی نہ آسکتے ہوں اور وہ جگہ شہر ہو تو دوسری جگہ جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

س:۔ نبی اور رسول کے درمیان کیا فرق ہے؟

ج:۔ رسول اسے کہتے ہیں جسے کوئی آسمانی صحیفہ بھی منجانب اللہ عطا کیا گیا ہو اور نبی کے لیے صحیفہ نہیں ہوتا ہے ویسے نبی اور رسول کے الفاظ ایک دوسرے کیلئے بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔

س:۔ کیا نماز حاجت کا کوئی مسنون طریقہ ہے؟

ج:۔ نماز حاجت کا کوئی الگ طریقہ نہیں ہے جس طرح دیگر نوافل پڑھتے ہیں اسی طرح نماز حاجت کی نیت سے دو رکعت پڑھ کر اپنی حاجت کا ذکر کرکے اللہ سے عاجزی اور انکساری کے ساتھ دعا کرے اللہ کی رحمت سے پوری امید ہے کہ حاجت پوری ہوگی۔

س:۔ کیا بسم اللہ الرحمن الرحیم کی جگہ اعداد ۷۸۶ کا استعمال درست ہے؟

ج:۔ دریافت کردہ صورت میں جو برکت بسم اللہ الرحمن الرحیم کے لکھنے میں ہے وہ ان کے اعداد لکھنے میں نہیں ہے۔ اگر کوئی بے حرمتی سے بچنے کے لیے ان اعداد کا استعمال کرتا ہے تو اس کی گنجائش ہے

س:۔ زید اور اس کی بیوی دونوں حج کی استطاعت رکھتے ہیں لیکن کمزوری کی وجہ سے زید جا نہیں سکتا ہے تو آیا بیوی اپنے شوہر کی طرف سے حج بدل کرسکتی ہے جبکہ وہ فرض حج ادا کرچکی ہے؟

ج:۔ ہاں صورت مسئولہ میں بیوی اپنے شوہر کی طرف سے حج بدل کرسکتی ہے لیکن وہ بغیر محرم کے نہیں جاسکتی ہے۔

س:۔ کیا خطیب عربی خطبہ سے پہلے اردو یا دوسری زبان میں منبر پر کھڑے ہوکر وعظ کرسکتا ہے؟

ج:۔ ہاں، خطیب عربی خطبہ سے پہلے اردو یا دوسری کسی زبان میں وعظ ونصیحت کر سکتا ہے لیکن دوران خطبہ اردو یا کسی اور زبان میں وعظ ونصیحت درست نہیں ہے۔

(بقیہ) عوام اور حاکم کے درمیان رکاوٹ

اگر سعد خلیفہ منتخب کیے جاتے ہیں تو پھر کوئی بات نہیں ورنہ میں اپنے بعد کے منتخب خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انھیں گورنری کے منصب پر متعین کردے کیونکہ میں نے سعد کو کوفہ کی گورنری سے کسی کوتاہی، خیانت یا ناقابل ہونے کی بناء پر معزول نہیں کیا تھا، چنانچہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ کی وصیت کے مطابق انھیں پورے عراق کا گورنر بنایا، اور ان کی غیر معمولی صلاحیت و تدبر اور بصیرت سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہونچا۔

بقیہ، مکتوب امریکہ

اللہ پاک آپ سب اور ہم سب کے حافظ وحامی وناصر ہوں، مولانا رابع صاحب کی خدمت میں سلام، احقر کی تحریر میں کوئی غلطی یا گستاخی ہوگئی ہو اس کی احقر دل سے معافی چاہتا ہے، امید ہے اس کو احقر کی کم علمی جانتے ہوئے صرف نظر فرمائیں گے

جزاکم اللہ خیراً۔

فقط والسلام

احقر سہیل احمد خاں،

(بقیہ) رپورٹ مسلم پرسنل لا بورڈ

● — بورڈ نے نئے وقف بل کو جو ۲ر اگست کو منظوری کے لئے پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا ہے غیر اطمینان بخش قرار دیا اور مجوزہ وقف بل میں ترمیمات کی تجاویز تیار کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنادی ہے جو پارلیمنٹ کے آئندہ اجلاس سے پہلے غور کے لئے پیش کیا جائے گا۔

● — ہندوستانی میڈیا میں جس طرح اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کی جارہی ہے بورڈ نے اس پر تشویش کا اظہار کیا ہے اور سکریٹری جنرل کو مجاز کیا ہے کہ وہ میڈیا کے پروپیگنڈے اور اس کے اثرات کے ازالے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل کرے جو میڈیا پر نظر رکھے اور مسلم پرسنل لا کے خلاف سازشوں سے مسلمانوں کو باخبر رکھے۔

ندوہ کے شب و روز

محمد عبداللہ نعیم

دار العلوم میں ربیع الاول کے آخری ہفتہ میں ششماہی امتحانات بحسن وخوبی انجام پائے اور ایک ہفتہ کے لئے طلبہ کی بڑی تعداد اپنے وطن کے لئے روانہ ہوگئی، اور الحمد للہ عشرہ کے اندر ہی دوبارہ پابندی کے ساتھ تعلیم شروع ہوگئی۔

ترکی میں ادب اسلامی کے جلسہ میں شرکت کرنے کے بعد لندن اور امریکہ کے سفر سے واپسی پر طلبہ کی انجمن الاصلاح نے مولانا سید محمد رابع صاحب کو محاضرہ کی دعوت دی اور مولانا نے طلبہ کی درخواست قبول فرماتے ہوئے بڑا پر از معلومات اور قیمتی محاضرہ دیا جو آپ تعمیر حیات کی آئندہ کسی اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

حال ہی میں ۱۹ر اکتوبر کو مملکت سعودی عرب کے کارگزار سفیر جناب عبد الرحیم ابو عوف صاحب دار العلوم ندوۃ العلماء تشریف لائے اور اس کی درسگاہ کا معائنہ کیا۔ موصوف نے یہاں کے نظام تعلیم وتربیت سے بڑے تاثر کا اظہار کیا اور یہاں کے ماحول اور ثقافت سے کافی مانوس ہوئے، یہاں کے تعلیمی ماحول پر انھوں نے عالم اسلام کی ممتاز شخصیت حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی خدمت میں خراج تحسین پیش کیا۔

طلباء کی انجمن النادی العربی اور جمعیۃ الاصلاح نے اس موقع پر مہمان کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا اور عصرانہ کا اہتمام کیا، حضرت مولانا مدظلہ العالی کی صدارت میں منعقد اس استقبالیہ میں ندوہ کے تمام اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ شہر کی متعدد ممتاز شخصیتیں موجود تھیں۔

تلاوت کلام پاک کے بعد النادی العربی کے امین محمد خمرہ جہاں ندوی نے معزز مہمان کی خدمت میں استقبالیہ کلمات پیش کئے، اور ندوہ کا تعارف کرایا پھر اس کے بعد جمعیۃ الاصلاح کے ناظم محمد مصطفیٰ نے اپنا مقالہ پیش کیا جس میں انجمن کی سرگرمیوں پر مختصر روشنی ڈالی۔

ایک چھوٹے طالب علم عطاء الرحمن نے اس موقع پر عربی میں ایک اثر انگیز تقریر پیش کی جس میں انھوں نے سارے عالم میں اور خصوصاً ہندوستان میں مسلمانوں کو درپیش مسائل کی طرف توجہ دلائی اور امت مسلمہ کے زوال وانحطاط کے اسباب گنائے۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیمات جناب ڈاکٹر عبد اللہ عباس صاحب ندوی نے طلباء اور اساتذہ کی طرف سے جناب ابو عوف کا استقبال کیا اور انھیں ندوہ تشریف لانے پر مبارکباد پیش کی اور امید ظاہر کی کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا مولانا نے معزز مہمان کی زندگی کے اہم پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی۔

اخیر میں جناب ابو عوف صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دار العلوم ندوۃ العلماء دنیا کی بڑی درسگاہوں میں سے ایک ہے، انھوں نے مشرق ومغرب میں دنیا کی مشہور درسگاہوں اور خاص طور پر بغداد اور بصرہ کی درسگاہوں کا ذکر کیا اور کہا کہ انہی مدارس پر اسلام کی بقا کا دارومدار ہے۔

انھوں نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تمام انسانیت کے لئے ہیں اور ان کو فروغ دینا اور ان پر عمل کرنا فرزندان اسلام کے لئے ضروری ہے کیونکہ انسانیت کی سعادت اسی میں مضمر ہے، اور یہ دینی مدارس وجامعات ہی ہیں جو اس کام کو بخوبی انجام دے سکتی ہیں۔

انھوں نے طلباء کی انجمن کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے ان کی استقبالیہ سے کر اعزاز بخشا اور کہا کہ میری دعا ہے کہ ندوہ ترقی کرتا رہے۔

آخر میں مہمان محترم کے اعزاز میں اشرف فردوسی کی ایک نظم پیش کی گئی جس پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

۲۷ر اکتوبر کو حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کی ازبکستان کے سفر سے واپسی ہوئی اس سفر سے واپسی کے بعد ہی طلباء نے مولانا سید محمد رابع صاحب سے جو حضرت مولانا مدظلہ کے رفیق سفر تھے روس کے حالات پر محاضرہ دینے کی درخواست کی اور دار العلوم کے پرشکوہ عباسیہ ہال میں مولانا کا اثر انگیز اور عبرت آموز محاضرہ ہوا۔

یکم ودو نومبر کو کل ہند دینی تعلیمی کونسل کا دو روزہ اجلاس دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہوا اجلاس میں خطبہ افتتاحیہ جناب سید حامد صاحب سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اور خطبہ صدارت حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ نے پڑھا اس دو روزہ اجلاس میں یوپی کے علاوہ بہار، مہاراشٹر، راجستھان، مدھیہ پردیش، کرناٹک وغیرہ مختلف صوبوں کے مندوبین کی بڑی تعداد نے شرکت کی اجلاس کی پوری کارروائی کتب خانہ شبلی کے وسیع ہال میں ہوئی اور اجلاس الحمد للہ بحسن وخوبی انجام کو پہونچا۔

●●